قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

محمد رسول اللہ

اگست
2003ء

ماھنامہ
المرشد
چکوال

عراق کی سرزمین امریکی فوج کیلئے ”دلدل“ ثابت ہوئی

ماہنامہ المُرشد چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اگست 2003ء جمادی الثانی 1424ء

جلد نمبر 25 ✻ شمارہ نمبر 1

مدیر —— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✻ سرفراز حسین

سرکولیشن منیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	700 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100
برطانیہ-یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ
1- (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- تخلیقِ انسان کا مقصد	امیر محمد اکرم اعوان	4
3- اجتماع کے آداب	امیر محمد اکرم اعوان	12
4- پیوستہ رہ شجر سے......	امیر محمد اکرم اعوان	20
5- محاسبہ کی گھڑی	امیر محمد اکرم اعوان	28
6- عروج و زوال	امیر محمد اکرم اعوان	36
7- کلامِ شیخ	سیماب اویسی	43
8- حقیقی بصیرت	امیر محمد اکرم اعوان	44
9- مِنَ الظُلمٰتِ اِلی النور	محمد اسلم عادل	53
10- عشقِ الٰہی	امیر محمد اکرم اعوان	55
11- باتیں اُن کی خوشبو خوشبو	مولانا اللہ یار خانؒ	64

انتخاب جدید پریس - لاہور 042-6314365 | ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد' اے-ٹی-ایم-بلڈنگ ہیل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد-فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور-فون 042-5182727

اسرار التنزیل

عُتبہ بن ربیعہ کا واقعہ

ایک روز سردارانِ قریش میں سے عُتبہ بن ربیعہ بیت اللہ کے ایک طرف بیٹھا تھا جس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے اور آپ ﷺ بیت اللہ کے ساتھ اکیلے تشریف رکھتے تھے تو اس نے کہا کہ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں ان سے بات کروں اور انہیں لالچ دوں کہ جب اسلام میں سیدنا عمرؓ اور حضرت حمزہؓ جیسے بہادروں کا آنا ہوا تو قریش نے پالیسی بدلی اور لالچ دینے لگے۔ انہوں نے کہا کہ ابوالولید بہت اچھی بات ہے وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے بھتیجے اگر سُننا پسند کرو تو بات کروں۔ آپ ﷺ نے اجازت دی تو کہنے لگا ہم بہت عزت دار لوگ ہیں اور آپ ہم میں عالی نسب ہیں ایک شاندار نظام چل رہا ہے مگر اب آپ کی دعوت سے سب ابتر ہو گیا عقیدہ غلط ٹھہرا طریقہ عدل بھی ظلم بن گیا اور باپ دادا تک کُفر کی زد میں آ گئے۔ اگر آپ اس طرح دولت جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہم دولت جمع کر دیتے ہیں اگر اقتدار کی طلب ہو تو ہم آپ کو بادشاہ قبول کرتے ہیں اور اگر آپ پر کوئی آسیب ہے تو کہیے ہم اس کا علاج کروا دیں غرض بہت طویل بات کی آپ ﷺ سُنتے رہے۔ جب چُپ ہوا تو فرمایا۔ اب سُنو۔ آپ ﷺ نے حٰمٓ سے تلاوت شروع کی جب ان آیات پہ پہنچے مِثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ تو اس نے آپ ﷺ کے مُنہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا بس بس اپنی قوم کو ایسی تباہی کی خبر نہ دو اور اُٹھ کر چلا گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا تو کہنے لگا میں نے وہ کلام سُنا جو نہ شاعری ہے نہ کہانت۔ اے قریش اگر ایمان نہیں لاتے تو ان کا راستہ نہ روکو۔ عربوں کو ان سے نبٹ لینے دو اگر انہیں شکست ہوئی تو تمہارا کام بن گیا اور اگر انہوں نے فتح کر لیا تو وہ حکومت تمہاری بھی ہو گی مگر وہ کہنے لگے تم پر بھی ان کا جادو چل گیا ہے۔

عاد و ثمود کی تباہی کا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس پے بہ پے اللہ کے رسول آئے اور یہ پیغام پہنچاتے رہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ فمن اظلم ۲۴ . حٰم السجدہ

عراق کی سرزمین امریکی فوج کیلئے "دلدل" ثابت ہوئی

عراق پر حملے سے قبل امریکی انتظامیہ کا خیال تھا کہ جب ان کی فوجیں بغداد میں پہنچیں گی تو ان کا شاندار استقبال ہوگا اور امریکہ صدام حکومت کے خاتمے کے بعد باآسانی عراق پر اپنا مکمل کنٹرول قائم کر لے گا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امریکی انتظامیہ کے تمام خیالات غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ بغداد کا کنٹرول سنبھالنے کے باوجود پورے عراق میں امریکی فوج کو زبردست مزاحمت کا سامنا ہے۔ عراقیوں نے امریکہ کے خلاف جس انداز میں گوریلا جنگ شروع کر رکھی ہے اس سے امریکہ کو روزانہ جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔

امریکہ کی وزارت دفاع کے مطابق عراق کی جنگ ختم ہونے کے بعد سے اب تک امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے تقریباً 200 فوجی مارے جا چکے ہیں۔ لیکن اصل میں امریکہ کو اس سے کہیں زیادہ نقصان ہو رہا ہے اور روزانہ لاشوں کے تابوت امریکہ پہنچ رہے ہیں۔ امریکی فوجیوں کی ہلاکت پر اس کے عوام میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے اور امریکی حکام پر دباؤ میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ امریکی حکام اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ اس کے فوجی عراق کی گھمبیر صورت حال سے اکتا چکے ہیں اور پرآسائش زندگی گزارنے والے یہ فوجی زیادہ دیر تک گوریلا حملوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یوں انہیں ایک طرف سے پریشانی اور دوسری طرف سے مایوسی کا سامنا ہے۔

عالمی رائے عامہ پہلے ہی امریکہ کے خلاف تھی اور عراق سے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا کوئی سراغ نہ ملنے کے بعد عالمی سطح پر امریکہ کی پوزیشن اور بھی کمزور ہوگئی ہے۔ اب امریکہ کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ وہ عراق میں بُری طرح پھنس چکا ہے۔ عالمی سطح پر اٹھنے والے نفرت کے طوفان کو روکنے اور اپنے فوجیوں کی مزید ہلاکتوں سے بچنے کے لئے امریکہ نے نئی چالیں چلنا شروع کر دی ہیں اور وہ کوئی ایسا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے جس سے دنیا میں اس کی اجارہ داری بھی قائم رہے اور وہ عراق کی "دلدل" سے بھی نکل جائے۔

عراق کی "دلدل" سے نکلنے کے لئے اب امریکہ نے مسلمان ممالک کی افواج کو ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ میں پاکستان کو اپنی افواج عراق بھجوانے کے لئے کہا گیا ہے۔ دراصل امریکہ کو یہ احساس ہو چکا ہے کہ عراق میں امن قائم کرنا اس کے بس کی بات نہیں اور اگر اس کی افواج مزید عراق میں رہیں تو انہیں بھیانک نتائج بھگتنا پڑیں گے جس سے امریکی عوام کی اپنے حکمرانوں کے خلاف نفرت کا گراف اور بھی اوپر چلا جائے گا۔ اس ساری صورت حال میں مسلمان ممالک کو دانش مندی سے کام لینا ہوگا اور خاص طور پر پاکستان کو عراق کی دلدل میں پھنسنے سے گریز کرنا چاہئے تاکہ عراق میں مسلمان ایک دوسرے کے مد مقابل برسرپیکار نہ ہوں۔

تخلیقِ انسان کا مقصد

مقصد تخلیق انسان دولت پیدا کرنا، گھر بسانا، بچے پیدا کرنا، مال بنانا، حکومتیں کرنا نہیں بلکہ یہ سارے ضابطے اور راستے ہیں جن پر اُس کے حکم کی تعمیل کی جائے تو اُس کا قرب نصیب ہوتا ہے یہ جو ہم روزی کے لئے محنت کرتے ہیں۔ اس سے روزی نہیں ملتی اس سے اُس کا قرب ملتا ہے۔ اگر ان میں ہم نقش کف پائے رسول ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں، اپنی مرضی کا کام کرتے ہیں تو ظلم کرتے ہیں لیکن اگر ہم حدود شرعی کے اندر سنت رسول ﷺ کے مطابق کرتے ہیں تو ہر کام عبادت بن جاتا ہے اور اُس سے قرب الٰہی کی آرزو بڑھتی ہے   انسان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اس کائنات میں جس کے ذرے ذرے کو اپنی اپنی فکر ہے کوئی ایسا بھی ہو جو اپنی فکروں سے بالاتر ہو کر اُس کی ذات پر سوچنا شروع کردے۔ جو مانگے تو اُس سے اُس کا جمال مانگے اور دینے پہ آئے تو اپنا سب کچھ ہار دے۔

امیر محمد اکرم اعوان

سالانہ اجتماع دارالعرفان منارہ 03-07-11

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیمo

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَتِہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الارضِ خَلِیفَۃo قَالُوْا اَتَجعَلُ فِیھَا مَنْ یُّفسِدُ فِیھَا وَیَسفِکُ الدِّمَآءَ ۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَo قَالَ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَo

کبھی کبھی بہت مزے کے خطوط ہوتے ہیں۔ اِسی طرح آج ایک بچی کا خط تھا اور اُس میں بہت مزے کا سوال یہ تھا کہ آخر میری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اور اِس کائنات بسیط میں میری حیثیت کیا ہے؟ اگر عبادت ہی مقصود ہے تو بے شمار فرشتے، ارض وسما' چاند، سورج، ستارے، ہوا، پانی، ہر ذرہ، اُس کا ثناء خواں ہے۔ اُس کی تعمیل ارشاد میں سرگرم ہے۔ کسی کو سرتابی کی مجال نہیں ہے اور جہاں ساری کائنات سربسجود ہے۔ ملائکہ سربسجود ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سربسجود ہیں۔ اللہ کے بہترین بندے سربسجود ہیں۔ وہاں ایک میرے جیسے بندے کا پیدا کرنا اور اُس کی کیا حیثیت ہے؟ اُس عبادت کا کیا اثر ہے؟ کیا مقصد ہے؟ لیکن اِس ساری تفصیل کے پیچھے اصل سوال یہی ہے کہ میری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

اللہ جل شانہٗ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا۔ وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلِیفَۃo

جب وقت آیا کہ اللہ کریم آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمائیں تو اللہ کے علوم تو ازلی وابدی ہیں۔ وہ ہمیشہ سے جانتا ہے۔ اُس کے سامنے ماضی، حال، مستقبل سب حاضر ہیں۔ اُس کا علم حضوری ہے۔ اُسے تو خبر تھی کہ کیا کچھ پیدا ہوگا؟ میں کیا کیا پیدا کرنا چاہتا ہوں؟ اور کب تک کس کا وقت ہے۔ جب آدم علیہ السلام کی پیدائش کا وقت قریب آیا۔ تخلیق کا وقت قریب آیا۔ تو فرشتوں سے اللہ جل شانہٗ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

خلیفہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جو کسی کی سلطنت، کسی کی جائیداد، کسی کی ملکیت کا اُس کی طرف سے قائم مقام ہو۔ پورے مالکانہ حقوق واختیار کے ساتھ۔ لیکن جس کی اصل ملکیت ہے اُس پر اُس کا حکم لاگو نہیں ہوتا بلکہ اُس کا حکم اُس پر لاگو ہوتا ہے اور اُس کی ملکیت میں جو وہ تصرف کرتا ہے۔ وہ حقیقی اور اصل مالک کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ اُسے خلیفہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اُس کا تابع ہوتا ہے تو انسان کو بنیادی طور پر اللہ نے یہ عظمت عطا کردی کہ میری کائنات میں میرا نمائندہ ہوگا۔ میرا نائب ہوگا۔ میری طرف سے میری بے شمار مخلوق پر میرے حکم کے مطابق حکمران ہوگا۔ فرشتوں کو ایک تجربہ تھا کہ انسانوں سے پہلے زمین پر جنات کی آبادی تھی۔ اب اُن میں بگاڑ پیدا ہوتا پھر اُن میں سے کوئی قتل کرتے، فساد پیدا کرتے، جب ظلم حد سے بڑھتا تو اللہ کریم فرشتوں کو حکم دیتے وہ زمین پہ آتے۔ ظالم و جابر کو سزا دیتے اور دوسروں کو توبہ کا موقع دیتے۔ پھر اُن کی اصلاح ہوتی پھر کچھ دن کام چلتا رہتا پھر وہی فسادات شروع ہو جاتے، برائیاں شروع ہو جاتیں، اور پھر فرشتوں کو حکم ہوتا پھر وہ انہیں سزا دینے اور سیدھا کرنے کے لئے آتے۔ تو اُن کا ایک یہ تجربہ تھا تو انہوں نے یہ سوچا کہ اگر زمین پر کوئی اور مخلوق پیدا ہوگی

تو یقیناً اُس کا کردار بھی ویسا ہی ہوگا۔ جیسا اُس سے پہلی مخلوق میں جنات کا ہے اور اگر انسان کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ عبادت کرے تو انہوں نے کہا کہ عبادت کے لئے تو ہم ہمہ وقت لگے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے عرض کی۔

قَالُوا اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ٥ بارالہا! آپ ایک اور مخلوق وہاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آپس میں لڑیں بھڑیں گے۔ وہ خون بہائے گا۔ ایک اور تماشہ لگ جائے گا اور طرح کے ظلم شروع ہو جائیں گے۔

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ٥ تیری عبادت اور تسبیح تو ہمہ وقت ہم فرشتے جو ہیں کر رہے ہیں کوئی نافرمانی نہیں کرتا ہمہ وقت اطاعت میں بھی لگے ہیں۔ ثنا خوانی میں بھی لگے ہیں۔ رکوع و سجود میں بھی لگے ہیں۔ تو رب جلیل نے فرمایا۔

اِنِّىٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ تم اتنا ہی جانتے ہو جتنا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اُس پر اکتفا کرو۔ یہ مجھے خبر ہے کہ میری وہ مخلوق کیا ہوگی؟ اور کیا کرے گی؟

بے شمار احادیث میں' آیات میں' انسانی مقصد تخلیق بیان فرمایا گیا۔ ایک حدیث قدسی جس میں بہت زیادہ وضاحت بیان کر دی گئی۔ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً۔ میں ایک ایسا خزانہ تھا جسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ فرشتے میری عبادت کرتے تھے لیکن میری ذات سے آشنا نہیں تھے۔ میری طرف نگاہ اٹھانے کی جرات نہیں رکھتے تھے۔ ہر ذرہ میرے حکم کی تعمیل کرتا تھا لیکن حاکم کی ذات سے آشنا نہیں تھا۔ پوری کائنات میں کسی مخلوق کو یہ جرات رندانہ نہیں بخشی گئی کہ وہ ذات باری سے براہ راست آشنائی کرے۔ فَاَحْبَبْتُ ۔ مجھے یہ بات پسند آئی، بھلی لگی۔ اَنْ اُعْرَفَ ۔ کوئی ایک ایسی مخلوق بھی ہونی چاہئے جو میری ذات سے آشنا

نور نبوی وہ روشنی ہے جس میں ذات باری' صفات باری' جمال باری' ویسا ہی ہمیں نظر آتا ہے جیسا کہ وہ ہے۔

ہو۔ یہ ساری مخلوق، میری قوت سے، میری قدرت سے، میری حکومت سے، میری جلالت سے، میرے سامنے سرنگوں ہے اور تاب دم زدن نہیں رکھتی لیکن میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ مجھے دیکھنا چاہئے۔ میرا ہو جانا چاہئے۔ مجھے اپنا بنا لینا چاہئے کوئی تو ایسا بھی ہو۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ ۔ میں نے یہ بات پسند کی کہ کوئی تو میرا پہنچاننے والا بھی ہو، فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ۔ میں نے ایک اور مخلوق پیدا کر دی۔ بنی آدم کو پیدا کر دیا۔

بنی آدم میں جس ہستی کو پہلے زمین پر بھیجا وہی اللہ کا نبی اور اُس کا پیامبر تھا۔ نور نبوت عطا کر کے بھیجا۔ اللہ اور بندے کے درمیان جو کمال ہے وہ کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں وہ ہے نور نبوت۔ نور نبوت وہ روشنی ہے جس میں ذات باری، صفات باری، جمال باری، ویسا ہی ہمیں نظر آتا ہے جیسا کہ وہ ہے۔ اُس کی ذات، اُس کے جمال، اُس کی صفات، سب کچھ نور نبوت سے بِعَيْنِهٖ ایسا نظر آتا ہے جیسا وہ ہے۔ اور ایسا ہے کہ زندگی میں کسی کو ایک جھلک نصیب ہو جائے پھر وہ کسی اور چیز کو دیکھنے نہیں جاتا۔ اُس کا جمال ایسا دلنشین اُس کی ذات ایسی موہ لینے والی' اور وہ ایسا ازلی وابدی محبوب بھی ہے۔ معبود تو ہے ہی محبوب بھی ایسا ہے کہ کسی کو اُس کی ساری زندگی میں کبھی کہیں ایک جھلک نصیب ہو جائے پھر وہ اُس کے علاوہ کسی دوسرے کو دیکھنا چاہتا ہی نہیں۔ کہ جو لذت، جو وارفتگی، اور جو کیف جمال باری میں ہے وہ اُس کے علاوہ کسی دوسری شے میں ہے ہی نہیں۔

قرآن حکیم میں جنت کی بے شمار تعریف کی گئی، نبی کریم ﷺ نے جنت کی بے شمار خصوصیات ارشاد فرمائیں اور سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے ایک رسالے میں احادیث مبارکہ سے جنت کی تعریف اور دوزخ کی باتیں یکجا کر دیں۔ اگر مطالعہ کی توفیق ملے تو جنت کے بارے جو کچھ احادیث انہوں نے جمع فرما دی ہیں پڑھتے ہوئے آدمی کے سامنے منظر کشی ہوتی ہے۔ اور اگر دوزخ کی کیفیات مطالعہ کرنا شروع کر دو تو وہ کیفیات سامنے آ جاتی ہیں۔ بے شمار جنت میں نعمتیں ہیں اور ایسی ہیں جو اِس

دنیا میں سوچی نہیں جا سکتیں۔ لیکن حقیقی نعمت جنت کی کیا ہے؟ جنت کی ایک ہی نعمت سب پر سبقت لے جاتی ہے کہ جنت میں رہنے والوں کو اُن کی حیثیت کے مطابق دیدارِ باری نصیب ہوگا۔ کچھ ایسے ہوں گے جو اُس میں سدا محسور رہیں گے، مشغول رہیں گے۔ کچھ ایسے ہوں گے جنہیں برسوں میں ایک بار دیدار نصیب ہوگا، اپنا اپنا درجہ ہوگا لیکن کوئی بھی جنتی جمال باری سے محروم نہیں ہوگا اور یہی جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ باقی ساری نعمتیں جو ہیں وہ صرف اہل جنت کا ایک سٹیٹس ہے کہ جنتی کیا ہیں؟ جو اللہ کو دیکھ سکیں گے۔ جمال باری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔ وہ کتنے اہم لوگ ہیں اور اُن کی رہائش کا کیا اہتمام ہونا چاہئے؟ باقی ساری جنت وہ چیز ہے جیسے دنیا میں عہدے مرتبے ہوتے ہیں ہر عہدے کے مطابق اُس کی رہائش ہوتی ہے۔ سرکاری آفیسرز ہوتے ہیں۔ وزراء ہوتے ہیں۔ سیکرٹری ہوتے ہیں۔ پھر اُن کو جو گھر ملتے ہیں وہ ہر بندے کے عہدے کے مطابق اُس میں سہولتیں اور فیسلیٹیز ہوتی ہیں۔ اِس طرح جنت ایک گھر ہے جو اُن عظیم انسانوں کا گھر ہے جو براہِ راست جمال باری سے مستفید ہوں گے۔ اُن کی اپنی اہمیت ہے۔ اُن کی اپنی شان ہے اور اُس کے مطابق اُن کی رہائش گاہیں ہوں گی۔ لیکن جنت کی اصلی لذت دیدارِ باری ہے۔

تو ساری مخلوق میں صرف انسان ایسی مخلوق ہے کہ پہلا انسان جو زمین پر اُترا وہ نبی تھا مسلسل انسانوں میں نبوت آئی حتیٰ کہ امام الانبیاء آقائے نامدار ﷺ وہ ہستی جس سے سارے نبیوں نے بھی نور اخذ کر کے اپنی اُمتوں کو بانٹا۔ وہ ہستی جس کے نور سے ساری کائنات منور ہوئی وہ ہستی جسے سارے جہانوں کے لئے اللہ کی رحمت قرار دیا گیا۔ وہ مبعوث ہوئی۔ ہر نبی نے اپنی امت کو جمال باری سے آشنا کیا۔ کسی نے کسی رُخ سے، کسی نے کسی رُخ سے۔ لوگوں

جنت کی ایک ھی نعمت سب پر سبقت لے جاتی ھے کہ جنت میں رھنے والوں کو اُن کی حیثیت کے مطابق دیدار باری نصیب ھوگا۔

کی استعداد کے مطابق اپنی عظمت وشان کے مطابق ہر نبی کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ بندوں کو اللہ سے آشنا کریں۔

تو برائے وصل کردن آمدی

تُو تو بندوں کو مجھ سے ملانے کے لئے مبعوث ہوا تھا۔

بانّک شمس و الانبیاء کواکب
إذا طلعت الشمس لَمْ یَبْدُ مِنھُنَّ کواکب

آپ ﷺ کی نعت کہتے ہوئے عرب شاعر کہتا ہے آپ ﷺ سورج ہیں جب کہ تمام انبیاء ورُسل ستارے ہیں۔ سورج طلوع ہو جائے ستارے نظر نہیں آتے وجود تو اُن کا قائم ہے۔ ستارے اَب بھی آسمان پر موجود ہیں۔ آسمان سے تو غائب نہیں ہوتے یہ سورج کی روشنی ہے جس نے کسی دوسرے کی طرف دیکھنے سے بے نیاز کر دیا ہے اور دیکھیں بھی تو نظر نہیں آتا۔ اپنے شعلہ بارِ جمال میں چھپا لیا ہے۔ ستارے تو موجود ہیں لیکن سورج کے موجود ہونے سے نظر نہیں آتے۔ تو دوسرے نے کہا۔

افلت شموسُ الاولین وشمسنا
ابداً علی افقِ عُلٰی وَلَا تغربُ

پہلے سورج طلوع ہوتے رہے غروب ہوتے رہے۔ ہمارا سورج طلوع ہوا ہے۔ ہمیشہ افقِ عُلٰی پہ رہے گا اِسے غروب نہیں ہونا۔

تو شاعر نے نعت کہتے ہوئے بھی یہی بات کہی کہ ربِّ علٰی نے کسی کو اپنا اَبرو دکھایا، کسی کو رُخسار، کسی کو لبِ دل فریب، کسی کو دستِ الٰہی، لیکن جب ذاتِ باری نے تمام پردے پھاڑ کر ہویدا ہونا چاہا تو محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور پھر کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی کوئی راز راز رہا ہی نہیں کہ اُسے کھولنے کے لئے کوئی نیا راز دان بنایا جائے۔ کوئی عقدہ باقی نہ رہا کہ کوئی عقدہ کشا بھیجا جائے۔ باقی اب بچا کچھ نہیں۔ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک ذاتِ باری کی مثال نہیں دی جا سکتی۔

لیکن چونکہ خود قرآن حکیم نے اس میں مثال استعمال فرمائی انسانی ہاتھ کو بھی یَد کہا ہے اپنے دستِ قدرت کو بھی یَد کہا ہے۔ یَدُ اللّٰہِ

فَوقَ اَیدِیھِم ۔ایک ہی آیت میں ہے کہ اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ سے جو معانی ہم نے سیکھے وہ یہ تھے کہ جب کسی تمثیل کی نسبت اللہ سے کی جاتی ہے تو گویا ہاتھ۔ہاتھ ایک مثال ہے اب جب یہ اللہ کی طرف کیا جائے گا یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ انسانی ہاتھ کی طرح اُس کا ہاتھ ہے بلکہ اُس کا دست قدرت ویسا ہے جو اُس کی ذات کو سزاوار ہے۔اس طرح

یکشف عن ساقیہِ ۔اپنی پنڈلی ننگی کرے گا۔اب اللہ کی پنڈلی ہے۔اور میری بھی پنڈلی ہے آپ کی بھی پنڈلی ہے لیکن اللہ کی پنڈلی اُس کی شان کے مطابق ہے۔کسی کو اپنا جمال جہاں آرا دکھانے کے لئے ایک پاؤں ایک پنڈلی، سے پردہ ہٹائے گا تو وہ پنڈلی ہم سے مشابہ نہیں ہے۔اُس کی ذات اور اُس کی شان کے مطابق ہے۔جو ہماری سوچوں، ہماری عقل، ہمارے علم، سے بالاتر ہے۔اِسی طرح میں نے یہ عرض کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے بھی اپنی اُمت کو جمال باری سے آشنا کیا۔تمام اولوالعزم پیامبروں نے، رسولوں نے، نبیوں نے، ایک ہی کام کیا بندوں کو رب سے آشنا کیا لیکن کسی ایک ایک ادا سے پردے اٹھتے گئے۔ایک ایک گوشے سے حجاب ہٹتے گئے اور آقائے نامدار رحمت اللعلمین ﷺ جب مبعوث ہوئے۔تشریف لائے تو سارے کا سارا جمال باری ہویدا ہو گیا۔منکشف ہو گیا۔اب اگر کوئی سمجھتا ہے کہ نظر نہیں آتا میں پا نہیں سکتا ہوں تو یہ کمی اُس کی طرف سے ہے وہاں سے نہیں ہے۔

تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تجھے بھلا سکے
کوئی کمی ہمیں میں تھی جو یاد تجھ کو نہ آسکے
یہ تیرا کمال ہے کہ ہم تجھے بھول نہیں پاتے
اور یہ ہماری کمزوریاں ہیں کہ ہم تجھے یاد نہیں آتے۔

تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تجھے بھلا سکے

پہلے سورج طلوع ہوتے رہے غروب ہوتے رہے۔ ہمارا سورج طلوع ہوا ہے ہمیشہ افق عُلٰی پہ رہے گا اسے غروب نہیں ہونا

کوئی کمی ہمیں میں تھی جو یاد تجھ کو نہ آسکے

تیری یاد اگر دل میں سے۔نہیں نکلتی تو یہ تیرا کمال ہے اور ہم تجھے اگر بھول چکے ہیں تو یہ ہماری کوتاہیاں اور غلطیاں ہیں۔ہمارے گناہ یا ہمارے جرائم ہیں۔ہم اِس قابل نہیں تھے کہ تیری یاد یہاں بسیرا کرتی۔تُو اس قابل ہے کہ تو دل سے نکل سکتا نہیں۔

بعثت آقائے نامدار ﷺ نے یہ مسئلہ اس طرح حل کر دیا۔ختم نبوت کے علماء بے شمار دلائل دیتے ہیں۔صوفیوں کا اپنا انداز ہوتا ہے۔جس انداز سے کوئی سیکھتا ہے، جانتا ہے، اُس انداز سے بتاتا ہے۔ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جمال باری کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہا۔کوئی راز راز باقی نہیں رہا۔کوئی نکتہ نکتہ باقی نہیں رہا کہ کسی نکتہ ور کو بھیجا جائے۔کسی راز دان کو بھیجا جائے اور جہاں تک انسانی ہمتیں اللہ نے پیدا کیں اُس کے جمال کو پا سکتیں تھیں۔وہ سارے کا سارا محمد رسول اللہ ﷺ نے منکشف کر دیا۔اسے کہتے ہیں ختم نبوت۔اب کسی نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔بلاضرورت تو اللہ کریم پیدا نہیں فرماتا۔

پھر کچھ تو قید لگائی ہو گی کہ میرے چاہنے والے کا قد اتنا ہونا چاہئے، چشم و آبرو ایسے ہونے چاہیں، شکل ایسی ہونی چاہئے، رنگ ایسا ہونا چاہئے، لب و رخسار ایسے ہونے چاہئیں، باتیں خوبصورت کرتا ہو، پڑھا لکھا ہونا چاہئے، کچھ بھی نہیں، کوئی شرط نہیں، مفلس ہے، فقیر ہے، بے نوا ہے، گورا ہے، کالا ہے، خوش شکل ہے، یا نہیں ہے خوبصورت ہے یا نہیں، آواز اچھی ہے یا نہیں، کچھ نہیں دیکھتا ایک بات دیکھتا ہے۔کیا اس کا دل میرے لئے دھڑکتا ہے؟ کیا نہاں خانہ دل میں اِس نے یہ طے کر لیا ہے کہ میں اللہ کو چاہوں گا۔اللہ کو پاؤں گا۔اللہ کو اپنے دل میں بساؤں گا۔اللہ کو دیکھوں گا۔اللہ سے ملوں گا۔اللہ سے باتیں کروں گا اگر یہ جرات اس میں آ گئی ہے تو مجھے منظور ہے میرا بندہ ہے۔یہ بننا بنانا اِس کا کمال نہیں۔اس کا اختیار نہیں تھا کہ اپنا قد بناتا، اپنی شکل بناتا، اپنی صورت بناتا، اپنے لب و رُخسار بناتا، اپنی زبان بڑی شیریں، یہ اس کا کام نہیں یہ تو میں نے بنایا ہے اور میں نے جیسا جی چاہا بنا دیا۔اور جب میں اسے جنت

میں داخل کروں گا تو سارے جہاں کا حُسن اس پہ نچھاور کروں گا۔ اسے وہ جوانی دوں گا جو لازوال ہوگی۔ وہ حُسن دوں گا جو کبھی بوڑھا نہیں ہوگا۔ وہ شکل دوں گا جو دل فریب ہوگی۔ وہ آواز دوں گا جو ہر ایک کو پسند ہوگی۔ اسے میں ساری نعمتیں عطا کروں گا۔ میں اسے اس قابل بنادوں گا۔ کہ جو دیکھے وہ کہے کہ اللہ کے عاشقوں پہ فخر کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کے چاہنے والے بڑے ہی دل فریب لوگ ہیں لیکن یہ مجھے چاہیے تو سہی۔ اب یہ چاہت، یہ درد، یہ عشق، یہ دیوانگی، کہاں سے ملے گی؟ اسی لئے تو انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اور جتنے نبی مبعوث ہوئے۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ ہی دکان اپنی بڑھا گئے۔

ہر نبی جو کمالات اور جو شفقتیں بانٹتا تھا وہ کام ختم ہوگیا۔ اب ایک ہی دکان رہ گئی جو کبھی بند نہیں ہوگی اور وہ در ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ یہ شرط نہیں کہ مدینہ پہنچو، یہ شرط نہیں ہے کہ عرب میں آؤ، یہ شرط نہیں ہے کہ حرم میں بیٹھو، یہ شرط نہیں ہے کہ بڑے خوبصورت ہو، یہ شرط نہیں ہے کہ بڑے قد آور ہو، یہ شرط نہیں ہے کہ دولت مند ہو، حکمران ہو، ایک ہی شرط ہے زمین وآسمان کے کسی گوشے میں، کائنات کے کسی جنگل میں، کسی غیر آباد جزیرے میں، جہاں کہیں ہو تمہارے سینے میں دل تو ہے، دل میں خواہشات بھی ہیں۔ آرزوئیں بھی ہیں۔ کیا اُن میں یہ آرزو بھی ہے کہ میں اللہ کا ہوجاؤں یا اللہ کو اپنا کرلوں۔ اگر ہے تو تم نے مقصد حیات پالیا اور اگر نہیں ہے تو زندگی جھک مارتے گزار دی۔

کوشش کرتے رہے میں امیر ہوجاؤں اُس نے اپنی مرضی سے پیدا کرنے سے پہلے بانٹ دیا۔ وہی ملے گا جو مقدر ہے۔ کوشش کرتے رہو میں بڑا معروف اور بڑا نامور ہو جاؤں۔ اُس نے سب کچھ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بانٹ دیا جو حصے میں ہے وہی ملے گا۔ جو مفت میں ملنا تھا

> جب ذات باری نے تمام پردے پھاڑ کر ہویدا ہونا چاہا تو محمد رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا اور پھر کسی نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی، کوئی راز راز رہا ہی نہیں کہ اُسے کھولنے کے لئے کوئی نیا راز دان بنایا جائے۔

اُس میں عمر ضائع کردی اور جس کے لئے زندگی ملی تھی۔ اُسے جان ہی نہ سکے۔ یعنی جس کو پانے کے لئے زندگی ملی تھی اُس کی خبر نہیں ہے۔

یہ جو مزدوری ہم کرتے ہیں، کاشتکاری کرتے ہیں، دکانداری کرتے ہیں، ملازمت کرتے ہیں، یہ محض عبادت اور اطاعت الٰہی ہے۔ اس میں رزق نہیں ہے رزق وہی ملتا ہے جو اُس نے مقدر کردیا۔ لیکن عالم اسباب میں پیدا فرما کر استعداد، قوت، عقل وشعور دے کر، رزق کو حلال کرنے کے لئے سعی کرنے کا حکم دیا۔ کوشش کرنے کا حکم دیا۔ جس طرح نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، اسی طرح طلب رزق حلال فرض عین ہے اور اُس کے لئے جائز وسائل اختیار کرنا ویسی ہی عبادت ہے جیسی رکوع اور سجود ہے اور اُس کے بعد رزق کیا ملتا ہے؟ یہ اُس کی مرضی۔ ایک آدمی کو گاڑی چلانا نہیں آتی اور اُس کے پاس دس گاڑیاں ہیں۔ پچاس بندے اُس کی گاڑی چلانے اور صاف کرنے کے لئے کھڑے ہیں۔ ایک ساری گاڑی کھول کر پھر اُسے جوڑ کر نیا کر دیتا ہے۔ وہ بے چارا چار پانے، چابیاں لیکر سڑک پر بیٹھا ہے۔ اگر عقل پر ہوتی تو جو گاڑیاں بنانا جانتا ہے اُس کے پاس ہوتیں جسے چلانا ہی نہیں آتی اُس کے پاس کیوں ہیں؟۔

اگر روزی بدانش برفزودے
زناداں تنگ تر روزی نبودے

اگر روزی عقل پہ وابستہ کردی جاتی تو بے وقوف تو بھوکے مر گئے ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے اُس کی اپنی تقسیم ہے۔ انسان خواہ مخواہ فخر کرتا رہتا ہے۔ بچوں کو ایک کمپیوٹر دے دو۔ اُس میں مختلف چیزیں فیڈ ہیں اور اُس کے مختلف بٹن ہیں۔ جہاں کلک ہوگا وہ خانہ کُھل جائے گا اتفاقاً اُس کی انگلی پڑ جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے یہ میں نے کھولا۔ بھئی تم نے کیسے کھولا؟ وہ تو اُس میں فیڈ تھا۔ کُھلے گا۔

کائنات سارے کے کام کمپیوٹرائزڈ ہیں۔ ہمارے کمپیوٹر میں خطا ہے اُس کے کمپیوٹر میں خطا نہیں ہے۔ یہ جو ہم اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ یہ اتنا ہی ہے کہ اتفاقاً انگلی وہاں لگ گئی۔ یا اُس نے پکڑ کر وہاں رکھ دی کہ یہ دباؤ۔ وہ سمجھتا ہے

میں نے بڑا کمال کیا۔ کمال ہمارا نہیں۔ ہمارا ایک ہی کام ہے۔ اگر ہم کر جائیں تو وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو پا ئیں اور اس کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ اُس کی گندم خراب ہو رہی تھی اُس نے بندے پیدا کر دیئے کہ یہ کھا لیں پھر یہ خراب نہ ہوتی رہے۔ یا بندے کھائیں گے تو اُس کا خزانہ ختم ہو جائے گا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ وہ چاہتا تھا کہ یہ زمین جو ہے یہ بے آباد ہے اس پہ ضرور بندے ہو جائیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ بندوں کے ہونے کا مقصد صرف یہ تھا۔

اب اگر ہمیں فرشتوں کی طرح پیدا کر دیا جاتا اور سیدھا سیدھا اُن کے سامنے جمال باری ہوتا۔ پھر عشق و محبت کسے کہتے ہیں۔ دنیا میں کبھی کسی چیز کا آپ نے ایسا سیدھا سادھا عشق بھی دیکھا ہے۔ لوگ اقتدار میں آنا چاہتے ہیں۔ انہیں جیلیں کاٹنا پڑتی ہیں۔ لوگ اقتدار میں آنا چاہتے ہیں انہیں نیب بھگتنا پڑتی ہے۔ لوگ چاہتے اقتدار ہیں اور ایک ایک ہوٹل کے دروازے پہ بھیک مانگ رہے ہوتے ہیں۔ امیر بننا چاہتا ہے تو دنیا میں دھکے کھا رہا ہوتا ہے۔ رات یہاں، دن وہاں، کبھی کھانا کھایا کبھی نہیں۔ یہاں سے مال خریدا اُدھر بیچا، بھاگ دوڑ شروع ہوتی ہے۔ یہ ساری چیزیں جو بھی مقصد ہو اُس کی اسی طرح ضرورت بن جاتی ہیں۔

یہ محبتیں ہیں کسی کو اقتدار سے محبت ہے، کسی کو دولت سے محبت ہے، کسی کو شہرت سے محبت ہے، اگر کسی کو اللہ سے محبت ہے تو اُسے وہ رکاوٹیں بھی تو بھگتنا ہوں گی۔ فرشتہ ہمیشہ اطاعت کرتا ہے لیکن اللہ سے محبت کرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔

محبت کے لئے تو پھر رکاوٹیں شرط ہیں اُس کے سامنے کوئی رکاوٹ ہی نہیں ہے نہ نفس ہے، نہ نیند ہے، نہ بھوک ہے، نہ پیاس ہے، نہ گناہ کی کوئی خواہش ہے، تو پھر درمیان میں کیا آیا جسے چھوڑ کر وہ اللہ تک پہنچا۔ اس لئے ہر فرشتہ جس مرتبے پر پیدا کیا گیا ہمیشہ اُسی پر رہے گا۔ ترقی درجات فرشتوں کے لئے نہیں ہے لیکن یہ خاک نشین، یہ مشتِ غبار، یہ گوشہ خاک میں بیٹھا ہوا عالم امر کی باتیں کرتا ہے یہ خاک نشین خالق کائنات سے باتیں کرتا ہے۔ یہ مشتِ غبار پیشانی تو زمین پہ رکھتا ہے لیکن بات عجیب ہے مخاطب اللہ سے ہے۔ تو کہتا ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ میرا اللہ، تیرا ایک کا اللہ کہاں سے آ گیا۔ یہ ساری مخلوق وہ کہتا ہے میرا اللہ۔ میرا رسول میرا محمد ﷺ۔ پتہ ہے یہ اب تراش میں کتنا قیمتی بنتا ہے۔ ہیرے تو سارے ہیرے ہوتے ہیں۔ جنس میں بھی قیمتی ہوتے ہیں لیکن اصل قیمت تراش میں بنتی ہے اور جتنے اُس کے پہلو بنتے جاتے ہیں اتنی اُس کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے اگر ہیرا بڑا بھی ہو اُسے اینٹ کی طرح چار پہلو بنا دیں تو وہ قیمت نہیں بنے گی۔ جو قیمت اُس کے چار ہزار پہلو تراشنے میں بنتی ہے۔ چار پہلوؤں میں قیمت نہیں بنتی اس لئے کہ ہر پہلو ایک الگ روشنی دیتا ہے۔ ایک الگ کرن پھوٹتی ہے۔ اُس کے ہر پہلو سے اور بے شمار پہلوؤں کو آپ سامنے رکھیں اور اُس پہ لائٹ پڑے تو نور کا گلدستہ بن جاتا ہے۔

> **جب میں اسے جنت میں داخل کروں گا تو سارے جہاں کا حُسن اس پہ نچھاور کروں گا۔ اسے وہ جوانی دوں گا جو لازوال ہوگی۔**

اب اندازہ کریں اللہ کے رسول ﷺ کی ذات اقدس کا، کہ کب سے کائنات اُن سے عشق کرنے لگی اور کب تک کرتی چلی جائے گی۔ گویا افراد کائنات کم پڑ جائیں گے اور آپ ﷺ کے جمال کے پہلو کم نہیں پڑیں گے۔ اُس کی اپنی تراش خراش ہے اُس نے ایک ایسا ہیرا تراشا جیسا دوسرا اُس نے کہا تراشا جائے گا نہیں، یہ ایک ہی ہے۔ بے مثل ہے۔ بے مثال ہے۔ کوئی اس کا ثانی بناؤں گا ہی نہیں، اب ایک انپڑھ کی محبت ہے ایک عالم کی محبت ہے۔ ایک گنہگار کی بھی محبت ہے۔ میں نے گنہگاروں کے دل میں بھی محبت دیکھی ہے آپ نے بھی دیکھی ہوگی۔ کبھی ذرہ سی عظمت نبی ﷺ پہ بات آ جائے وہ نماز نہیں پڑھتے، روزے نہیں رکھتے لیکن جان دے دیتے ہیں۔ سینہ شق کرا لیتے ہیں۔ مرنے مارنے پہ تیار۔ ارے کہیں کوئی درد ہے تو کرتے ہیں۔ کہیں کچھ ہے تو جان دیتے ہیں۔ کسی گوشے میں کہیں کوئی چوٹ پڑی ہے۔

اُس پہ گرد پڑ گئی کوئی صاف کرنے والا نہ ملا۔ کوئی ایسا نہ ملا جو اُسے دھو دیتا۔ اس غبار کو صاف کر دیتا لیکن جب عظمت رسالت ﷺ پہ حرف آیا تو چوٹ تو پڑی جہاں اُس کا کوئی رشتہ دل کی گہرائی میں جو تھا وہاں چوٹ پڑی تو بندہ بھڑک اٹھا اور جان دینے پہ آمادہ ہو گیا۔

یہ جو اسلام کے نام پر نچھاور ہوتے چلے آرہے ہیں اور ہمارے عہد کے لوگ ہوتے چلے آرہے ہیں۔ یہ ہم ہی جیسے ہیں یہ کہاں سے اتنے بڑے ولی اللہ پیدا ہوئے؟ کہ یہ جانیں دے رہے ہیں۔ ہمارے جیسے ہی، عام خطا کار لوگ ہیں۔ کہیں اسلام پہ حرف آیا تو ڈٹ گئے۔ دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے سینے شق ہو گئے۔ وجودوں کے پر خچے اڑ گئے لیکن انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہونا بھی بڑی سعادت ہے کہ پہلی آواز جو کان میں گونجتی ہے وہ عظمت الٰہی اور شہادت رسالت ﷺ کی ہوتی ہے اور ایک نقش دل میں کندہ ہو جاتا ہے۔ بڑا ہی بدنصیب ہے جو اُس کو بھی کھرچ ڈالے تو مقصد تخلیق انسان دولت پیدا کرنا، گھر بسانا، بچے پیدا کرنا، مال بنانا، حکومتیں کرنا نہیں یہ سارے ضابطے اور راستے ہیں جن پر اُس کے حکم کی تعمیل کی جائے تو اُس کا قرب نصیب ہوتا ہے اور یاد رکھو یہ جو ہم روزی کے لئے محنت کرتے ہیں اس سے روزی نہیں ملتی اس سے اُس کا قرب ملتا ہے۔ روزی جو محنت نہیں کرتے انہیں بھی مل جاتی ہے روزی تو ساری مخلوق کھا لیتی ہے۔ جتنی بھی ہم دنیوی محنت کرتے ہیں یہ بھی اُس کا حکم ہے اُس کی اطاعت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جو بیوی بچوں کو کھانا دیتا ہے وہ صدقہ لکھا جاتا ہے کہ اتنا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ یہ بیوی بچوں کا نان ونفقہ تو اس پہ واجب تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو جو فریضہ ذمے ہو اُس کی تعمیل کرنا ہی عبادت ہے۔ اگر اُس کے

جس طرح نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، اسی طرح طلب رزق حلال فرض عین ہے اور اس کے لئے جائز وسائل اختیار کرنا ویسی ہی عبادت ہے جیسی رکوع اور سجود ہے

ذمے تھا اُس نے وہ حق ادا کیا تو عبادت کی اور یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ یعنی جتنے کام ہم کرتے ہیں اگر اُن میں ہم نقش کف پائے رسول ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں، اتباع رسالت ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں، اپنی مرضی کا کام کرتے ہیں تو ظلم کرتے ہیں لیکن اگر ہم حدود شرعی کے اندر سنت رسول ﷺ کے مطابق کام کرتے ہیں تو ہر کام عبادت بن جاتا ہے اور اُس سے قرب الٰہی کی آرزو بڑھتی ہے۔ ورنہ تو یہ نظام چل رہا ہے چلتا رہے گا، درخت اُگ رہے ہیں، اُن پر پھل لگ رہے ہیں، بوڑھے ہو کر مَر رہے ہیں، فصلیں اُگ رہی ہیں، سُوکھ رہی ہیں، بارشیں برس رہی ہیں، قحط سالیاں آرہی ہیں، ایک نظام ہے جو مسلسل چلا جا رہا ہے۔ کسی کے آنے جانے، رہنے نہ رہنے سے، اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا، بڑے بڑے عظیم فرماں روا آئے چلے گئے۔ اُس کے نظام کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چھوٹے بڑے کروڑوں لوگ روز دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں پھر کروڑوں نئے وارد ہو رہے ہیں۔ اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کون آیا کون گیا؟ اس لئے کہ اُسے اللہ نے اپنی روش پہ لگا دیا۔ اُس کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ اُس کے اشارہ آبرو پہ اُس کے حکم کے مطابق چلتا رہتا ہے۔ تو پھر ہم کیا کرتے ہیں۔ ہم جو بھی کرتے ہیں یا ایک قدم اللہ کے قریب ہوتے ہیں یا ایک قدم اللہ سے دور ہو جاتے ہیں سیدھی سی بات ہے۔ جو کام بھی ہم کرتے ہیں یا ایک قدم جمال باری کے قریب ہو جاتے ہیں یا اُس سے ایک قدم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ کبھی چھلانگ لگاتے ہیں ایک کی بجائے سو قدم پیچھے جا پڑتے ہیں۔ کبھی کوئی چھوٹی سی بات اُسے پسند آجاتی ہے تو وہ پکڑ کر کھینچ کر اپنے حضور حاضر کر دیتا ہے۔ تو انسان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اس کائنات میں جس کے ذرے ذرے کو اپنی اپنی فکر ہے کوئی ایسا بھی ہو جو اپنی فکروں سے بالاتر جا کر اُس کی ذات پر سوچنا شروع کر دے۔ جو مانگے تو اُس سے اُس کا جمال مانگے اور دینے پہ آئے تو اپنا سب کچھ ہار دے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب میدان حشر میں اٹھیں گے۔ شہید ہو گئے کوئی مکہ مکرمہ میں، کوئی بدر میں، کوئی احد میں، کوئی بعد میں تو وہ جب اٹھیں گے تو اُن کے سینے چاک ہوں گے۔ زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ لباس تارتار، جس طرح جس حالت میں دفن ہوئے تھے اس میں کھڑے ہو جائیں گے۔ تو اُن میں جو کوئی آخر ایک لیڈر ٹائپ ہوگا آگے لگ جائے گا اور جا کر تلوار کے قبضے سے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو رضوان حاضر ہوں گے جنت کے خادم جو نگہبان ہیں وہ عرض کریں گے حضرت ابھی تو آپ قبور سے اُٹھے ہیں۔ ابھی تو آپ کو میزان عدل پہ جانا ہے۔ پھر پل صراط سے گزرنا ہے اور پھر جب جنت کا پروانہ ملے گا پھر تشریف لائیے گا اور آپ کو دروازہ کھٹکھٹانا نہیں پڑے گا دروازے کھلے ہوں گے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا وہ صحابی تلوار پھینک دے گا۔ متوجہ الی اللہ ہو جائے گا۔ عرض کرے گا بارالٰہا! ہم تجھ سے ناآشنا تھے۔ مشرک' کافر' بے دین تھے۔ ڈاکو، چور، زانی، قاتل، شراب خور، تھے تیرا احسان کہ تو نے آقائے نامدار ﷺ کو ہم میں مبعوث فرمایا یہ تیرا احسان ہے انہوں نے ہمارے دلوں کو' سینوں کو منور فرمایا۔ تیرا احسان کہ تو نے جان دی، مال دیئے۔ آبرو دی، اولاد دی، گھر دیئے، دولت دی، جائیداد، زمینیں دیں پھر جب وقت پڑا تو نے ہمیں یہ توفیق دی ہم نے گھر تیرے نام پہ چھوڑ دیئے۔ جائیدادیں تیرے نام پہ چھوڑ دیں۔ عزتیں تیرے نام پہ قربان کر دیں۔ جان بچتی تھی اُس کے بھی دیکھ لے کتنے ٹکڑے کروا کے لے آئے۔ اب ہمارے پاس بچا کیا ہے؟ کہ تیرا یہ فرشتہ حساب مانگتا ہے یہ کون ہوتا ہے ہم سے پوچھنے والا! ہم نے کیا بچا کے رکھا تھا؟ کہ آ کے ہم سے حساب مانگتا ہے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں حکم ہوگا کہ ان کے لئے سارے دروازے کھول دو یہ جانیں اور میں جانوں کوئی ان کے راستے میں مت آئے یہ دنیوی مال وزر شہرت وعافیت، حکومت واقتدار، یہ سب افسانے ہیں سب لمحاتی باتیں ہیں۔

اگر روزی عقل پہ وابستہ کر دی جاتی پھر بے وقوف تو بھوکے مر گئے ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے اُس کی اپنی تقسیم ہے۔ انسان خواہ مخواہ فخر کرتا رہتا ہے۔

سارے لوگ ایک ہی انداز سے پیدا ہوتے ہیں اور ایک ہی انداز سے مٹی میں مل جاتے ہیں۔ چند لمحے سطح آب پہ جو بُلبلہ آتا ہے وہ اپنے آپ کو چھوٹا بڑا بنا تا رہتا ہے اُس میں کچھ بھی نہیں۔

ہاں ایک بات ہے کہ اُس نے جو فرصت دی کہ مجھے بھی دیکھ لو اب اگر ہم دنیا میں اتنے کھو جائیں کہ ہمارے پاس اُدھر نظر کرنے کی فرصت ہی نہیں، تو اِس میں قصور کس کا ہے؟ اور پھر ایسے جرم کی سزا کیا ہونی چاہئے؟ اللہ کریم ہمیں توفیق بھی دے علم بھی دے ہمارے گناہ اور نالائقیوں سے درگزر فرمائے اپنے لئے ہمیں قبول کر لے اور ہم پر ہمیشہ رحم فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قلب و انابت

فرمایا۔ خواہ کتنا گناہگار ہو لیکن جب اس کے دل کی گہرائی میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں اللہ کی طرف راستہ تلاش کروں تو وہ گمراہ نہیں رہتا۔ یھدی الیہ من ینیب جس کے دل میں یہ تڑپ سنجیدگی سے، خلوص سے پیدا ہو جائے کہ مجھے اللہ کی راہ مل جائے، راہ ہدایت مل جائے۔ اللہ اسے راہ ہدایت پر لگا دیتے ہیں اس کے اسباب بنا دیتے ہیں۔ ایسے علوم ایسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں انہیں ایسی مجالس میں، ایسی محافل میں پہنچا دیتے ہیں جہاں اس کا کام بن جاتا ہے۔

فرمایا۔ میرے مرید بننے کے بجائے میں انہیں صرف اللہ اللہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں میرے پاس نہ آئیں خدا ہر جگہ موجود ہے لیکن اپنے دن بھر کے معمولات میں کوئی وقت ذکر الٰہی، اللہ اللہ کے لئے مختص کر دیں اور اس کے ثمرات دیکھیں۔ ہمارے پاس نہ آئیں، ہماری محفل میں نہ بیٹھیں، ہم کوئی خدا کے ٹھیکیدار نہیں۔ خدا ہر شخص کا اپنا ہے۔ تمام مخلوق کا تعلق ہے اس کے ساتھ۔ اس کا نام لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دس پندرہ منٹ چوبیس گھنٹوں میں مختص کر لیں کہ روزانہ پندرہ منٹ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس کا نام لیا کروں گا تو دیکھیں کہ ذکر پر کیا نتائج پیدا ہوتے ہیں ہم پر مت چھوڑیں کیونکہ خدا ان کا بھی ہے جہاں وہ ذکر کریں گے خدا وہاں موجود ہوگا۔ (اقتباس از کنز الطالبین ص ۳۵)

اجتماع کے آداب

اس گنے گزرے دور میں جس نے رزق حلال ناپید، محبت نام کی جنس ناپید ہے ۔ جو دشمنیوں سے اٹا پڑا ہے جو تکلیفوں کا گھر ہے جو دکھوں کا جہان بن گیا ہے ۔ جس میں ہزاروں برسوں کے سجرے چند سکوں پہ بک رہے ہیں، خریدے جا رہے ہیں۔ اس عالم افراتفری میں' اس تپتے ہوئے بے آب و گیاہ صحرا میں ذکر الٰہی کی ٹھنڈی چھائوں مل جائے تو کیا چاہئے ۔ یاد الٰہی کا چشمہ باصفا ، مل جائے تو کیا چاہئے ۔ یہاں بیٹھ کر اُس کا شکر کرتے رہو۔ اُس کی یاد سے روئیں روئیں کو آباد کر لو۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 3-07-04

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم o

فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ o

اللہ جل شانہٗ کی ذات ارحم الراحمین ہماری سمجھ ہمارے شعور ہمارے علم کی حدود سے بالاتر، ہر وقت، ہر آن، ہر ایک کے ہر حال سے واقف، بے شمار خطاؤں کو بخشنے والی اور معمولی معمولی کوششوں پر انعامات سے نوازنے والی ہے مشہور مقولہ ہے

رحمت حق بہا نمی جوید بہانہ جوید

اللہ کی رحمت اپنی قیمت طلب نہیں کرتی، بہانے تلاش کرتی ہے لیکن انسانی مزاج ہے کہ انسان اپنے آپ کو قوت یقین کو اپنے کردار کو اپنی فکر کو اپنی سوچ کے معیار کو بھول جاتا ہے اور فکر اُسے یہ ہوتی ہے کہ مجھے یہ نہیں ملا۔ مجھے وہ نہیں ملا۔ مجھے وہ بھی ملنا چاہئے۔ میرے پاس یہ دولت بھی ہونی چاہئے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ انسان ایسا خود فریبی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو کام خود اُسے کرنا چاہئے اُسے بھول جاتا ہے اور جو کام اللہ کریم نے اپنے ذمے لیا ہے اُس کی فکر کرتا ہے جیسے فرمایا۔

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا

زمین پر کوئی ادنیٰ ترین مخلوق بھی اگر ہے تو اُس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ وہ رازق ہے۔ جس نے پیدا کیا ہے رزق اُس کے ذمے ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری کوشش، ہماری چالاکیاں، ہمارے فریب، شاید ہمارے لئے بہت سارزق جمع کر دیں گے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ آدمی کا اپنا رزق دو طرح کا ہے۔ ایک وہ جو اُس نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا دوسرا وہ جو اُس نے اپنے آپ پر خرچ کر لیا کھا لیا، پی لیا، پہن لیا۔ اس کے علاوہ اُس کا کچھ بھی نہیں۔ اگر اُس کے پاس اربوں روپے بھی پڑے ہیں تو پتہ نہیں کس کے ہیں۔ کس کے لئے رکھ کے بیٹھا ہے۔ کس کے کام آئیں گے۔ اگر یہ بات ہے تو ہم محنت کیوں کریں؟ مزدوری کیوں کریں؟ کاروبار کیوں کریں؟ کاروبار، محنت، مزدوری، حصول رزق کا سبب نہیں ہے کاروبار محنت اور مزدوری عبادت ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ رزق حلال طلب کرو، تلاش کرو۔ اب اُس کے لئے جائز وسائل اختیار کرنا ایسے ہی عبادت ہے۔ جیسے نماز ادا کرنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، باقی جس طرح فرائض ہیں اُسی طرح طلب رزق حلال میں محنت کرنا فرض عین ہے۔ اور جائز وسائل اختیار کرنا عبادت ہے۔ اُس پہ رزق کتنا ملتا ہے وہ اس کی اپنی تقسیم ہے وہ چاہے تو کسی کو سلطنت بخش دے۔ وہ چاہے تو اگلے لمحے میں فقیر کر دے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ سلاطین جہاں قتل ہو جاتے ہیں کوئی اُن کی لاش دفن کرنے کی جگہ نہیں دیتا اور چرواہے بادشاہ بن جاتے ہیں۔ یہ کیا ان جاہلوں کی کوئی ایسی کوشش تھی کہ انہیں حکومت مل گئی۔ انہیں تو کوشش کا شعور بھی نہیں تھا۔

اس طرح یہ جو کلیہ مادی رزق پہ عائد ہوتا ہے کہ طلب کرنا، محنت کرنا، کوشش کرنا فرض عین ہے اور عبادت کی معراج ہے۔ آپ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور متوجہ الی اللہ ہوتے ہیں بڑی اچھی بات ہے۔ جو روزہ رکھتا ہے وہ اندر کمرے میں ہے۔ کوئی پاس نہیں، پیاس لگی ہے۔ پانی ہے مگر نہیں پیتا، اُسے ایک اعتماد ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ میں نے اللہ کے لئے روزہ

رکھا ہوا ہے۔ بہت اچھی بات ہے لیکن یہ کام عبادت ہیں لیکن کام دنیا کا ہو، مزدوری کر رہا ہو، ہل چلا رہا ہو، کھیتی بو رہا ہو، نوکری کر رہا ہو، چوکیداری کر رہا ہو، اور دفتر میں بیٹھا ہو کام دنیا کا کر رہا ہو اور توجہ اللہ کی طرف ہو کہ اے اللہ میں تیری اطاعت کے لئے یہ سب کر رہا ہوں۔ رزق تو تُو نے دینا ہی ہے۔ میری کوشش کا کیا دخل وہ تو تُو نے دینا ہی ہے۔ تیرے ذمے ہے۔ تُو نے خود اپنے ذمے لیا۔ حضور قلب کی یہ کیفیت اُس نماز اور اُس حج سے بہتر ہے جس میں حضور قلب حاصل نہ ہو۔ نماز اور دوسری عبادات کی نسبت امور دنیا میں حضورِ حق کی کیفیت حاصل کرنا مشکل ترین کام ہے۔ ہمارا تو حال یہ ہے کہ ہمیں تو نماز میں حضورِ حق حاصل نہیں ہوتا دنیوی کاموں میں کب ہوگا؟

حضرت عبیداللہ احرارؒ جو ہمارے سلسلے کے بزرگوں اور مشائخ میں سے ہیں، اُن کے بارے مشہور شعر ہے کہ

چوں فقر اندر قبائے شاہی آمد
زتدبیر عبیداللہ آمد

کہ یہ عبیداللہ احرارؒ تھے کہ جنہوں نے فقیروں کو بھی بادشاہوں جیسا لباس پہننا سکھا دیا۔ امیر آدمی تھے، بہت بڑے زمیندار تھے اور ایک وقت میں سو ہل چلا کرتا تھا۔ سو ہل کے لئے سو خاندان ہل چلانے والے اور دو سو بیل چاہیں اور ایک بہت بڑی جاگیر چاہئے۔ جس پہ وہ جانور گزارہ بھی کریں اور وہ اتنی بڑی زمین بھی چاہئے جو کاشت کی جائے۔ کسی کو خیال گزرا کہ یہ تو اتنے مصروف آدمی ہیں کہ لگے ہی رہتے ہیں۔ اتنے خاندان ان کی زیرِ کفالت ہیں۔ اُن کی فکر، اپنی فکر، زمین کی، کاشت کاری کی، بیجائی کی، کاشت کی برداشت کی تو یہ کیسے اللہ کے لئے وقت نکال سکتے ہیں؟ تو جب نماز ادا کر کے بیٹھے تو اُس نے کہا حضرت اس دفعہ حج کو چلیں۔ انہوں نے فرمایا بہت اچھی بات ہے۔ چلو چلتے ہیں۔ ملازم کو آواز دی کہ میرے لئے دو چار

> **زمین اللہ کی ہے۔ جسے چاہتا ہے اُس کا وارث کر دیتا ہے۔ اُس نے اگر میری ذمہ داری لگا دی ہے تو اُس کی نوکری کر رہا ہوں میں چلا جائوں گا وہ کسی اور کو دے دے گا۔ میرے باپ کی نہیں ہے۔**

جوڑے کپڑوں کے لے لو اور زادِ سفر لے لو اور گھر بتلا دینا کہ وہ حج کے لئے چلے گئے ہیں۔ انشاء اللہ میں آ جاؤں گا اُس نے کہا! حضرت ایسے کیسے جا سکتے ہیں؟ کوئی تیاری نہیں ہے۔ کوئی انتظام نہیں ہے کسی سے مشورہ نہیں کیا۔ دو چار دن تو مہلت دیجئے۔ انہوں نے فرمایا بہت افسوس ہے تم میرے بارے سوچتے تھے کہ اس شخص کے پاس فرصت نہیں ہے فرصت تو تمہارے پاس نہیں ہے میں تو فارغ ہوں یہ جو کچھ تمہیں نظر آ رہا ہے یہ میرا نہیں یہ اُس کا ہے۔ انّ الارض للّٰہ زمین اللہ کی ہے۔ یُورِثُھا مَنْ یشاء۔ جسے چاہتا ہے اُس کا وارث کر دیتا ہے۔ اُس نے اگر میری ذمہ داری لگا دی ہے تو اُس کی نوکری کر رہا ہوں۔ میں چلا جاؤں گا وہ کسی اور کو دے دے گا میرے باپ کی نہیں ہے۔ میرے ساتھ قبر میں نہیں جائے گی۔ میرا راستہ یہ نہیں روک سکتی۔

یہی کلیہ یہی قاعدہ دین میں اور روحانیت میں بھی لاگو ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اب یہ دور ایسا آ گیا ہے کہ جہاں نام کو تو دو ارب یا دو سو کروڑ کے لگ بھگ دنیا میں مسلمان ہیں لیکن اللہ پر اعتماد کرنے والے شاید اُن میں بہت ہی کم ہوں۔ زبانی ماننے والے تو دو ارب ہیں یا دو سو کروڑ ہیں۔ حقیقتاً اُس پر اعتماد کرنے والے بڑے تھوڑے ہیں۔ اور لوگ اللہ سے کٹ کر اکیلے ہو گئے ہیں یہ اکیلا پن کافر کی سزا ہے۔ ہر کافر اکیلا اکیلا جیتا ہے باپ کے دُکھ الگ ہیں۔ ماں کے الگ ہیں۔ بیٹی کے الگ ہیں۔ بیٹے کے الگ ہیں۔ کوئی کسی کے دُکھ نہیں بانٹتا یہ خاصہ کفر ہے۔ ہر کوئی اپنے آرام کے لئے، اپنی پریشانیاں دوسرے کے سر مڑھنا چاہتا ہے۔ یہ خاصہ کفر کا ہے اور کافر تو اس میں سرتاپا دھنسے ہوئے ہیں۔ آپ دنیا کے کسی کافر ملک کو دیکھ لیں ہر فرد اکیلا اکیلا جیتا ہے۔

امریکہ کی تاریخ میں ایک کتاب سب سے زیادہ بکی اُس کا ریکارڈ ہے۔ اُس کتاب کا نام تھا۔ The Lonely Crowd اکیلے اکیلے لوگوں کا جم غفیر۔ بے شمار لوگ ہیں لیکن ہر بندہ اکیلا ہے۔ ہر ایک کے اپنے مسائل

ہیں۔ اپنی پریشانیاں ہیں۔ کوئی اُس کا دُکھ بانٹنے والانہیں۔ کافر اور مومن میں یہ فرق ہے کہ مومن کے ساتھ ہر وقت اُس کا اللہ موجود ہوتا ہے وہ کبھی اکیلا نہیں ہوتا۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ۔ تم جہاں ہو، جس حال میں ہو، تمہارے ساتھ اللہ موجود ہے۔ اب جس کے ساتھ اللہ ہے اُس کے ساتھ ساری خدائی ہے۔

سلطان محمودؒ سے کسی نے کہا کہ یہ ایاز ایک چرواہا تھا۔ سلطان کی نظر اس پر پڑی۔ آپ کو پسند آ گیا اور آپ نے لا کر یہاں بٹھا دیا۔ اسے آپ کے قریب کُرسی ملی۔ حالانکہ ہمارے آباؤ اجداد آپ کے باپ دادا کے جرنیل تھے۔ ہمارے باپوں نے آپ کے باپ کی خدمت کی اور ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے آپ کی جوتیوں میں بیٹھے ہیں اور بے شمار جنگیں لڑیں۔ جانیں دیں۔ بیٹے قربان کئے اور یہ چرواہا حضور پکڑ کر لے آئے ہیں اور اسی کی کُرسی ہم سے آگے اس کی کوئی وجہ تو ہوگی۔ سلطان نے کہا! ہاں وجہ تو ہے لیکن میں تمہیں جواب بعد میں دوں گا۔ غالباً ہند سے یا کسی فتح سے پلٹے تو سلطان نے فتح کے جشن کی تیاری کا حکم دیا۔ عمائدین سلطنت کے لئے اور جرنیلوں کے لئے ہمیشہ سے الگ دعوت ہوتی تھی۔ جس میں سلطان خود بھی شامل ہوتے تھے تو انہوں نے بہت سے انعامات رکھوا دیے۔ کہیں سونا کہیں پیسہ، کہیں چاندی، کہیں اسلحہ، کہیں گھوڑے، کہیں اونٹ، کہیں گھر، کہیں جاگیر، ہر چیز کے ایک بورڈ لگ گئے پورا ہال بھر گیا کہ کوئی ایک چیز جس کو چاہیے وہ اپنا انعام چُن لے۔ اتنی چیزیں ہیں۔ جاگیر مل سکتی ہے، بہترین زرہ، تلواریں، اچھا اسلحہ، شاہی اسلحہ مل سکتا ہے۔ گھوڑے مل سکتے ہیں، شاہی اصطبل سے مال و دولت مل سکتا ہے، زرو جواہر مل سکتے ہیں اور یہ انعام ہے تمہارا اور تمہاری پسند یہ ہے جسے جو چیز پسند ہو وہ اُس پر ہاتھ رکھ دے۔ تو سب نے اپنی اپنی پسند کے اُن تختوں پہ ہاتھ رکھ دیے۔ کہیں دس ہاتھ ہیں، کہیں پندرہ

تم جہاں ہو، جس حال میں ہو، تمہارے ساتھ اللہ موجود ہے۔ اب جس کے ساتھ اللہ ہے اس کے ساتھ ساری خدائی ہے۔

ہیں، کہیں ایک ہے، کہیں پانچ جو جو چیز جس کو پسند تھی۔ ہر ایک نے اپنے پسند کے انعامات پر ہاتھ رکھا۔ پورے دربار میں ایک ایاز تھا جو اٹھا اور اُس نے اپنا ہاتھ سلطان کے کندھے پہ رکھ دیا۔ سلطان نے اُس وقت انہیں کہا کہ تم میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ تم نے انعامات چنے اور اس نے میری ذات کو چُنا اور یہ تم سے دانا تر ہے۔ اس نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو گویا ساری سلطنت اس کی اور تم نے سلطنت کے ایک حقیر سے حصے کو قبول کیا۔ چھوٹی سی ریاست، چند گھوڑے، چند سکے، تم میں اور اس میں یہ فرق ہے اس لئے اس کی کُرسی میرے قریب تر ہوتی ہے۔

یہی حال بارگاہ الٰہی میں بھی ہے۔ جب ہم اللہ اللہ کی طرف آتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ بجائے خود یہ توفیق ذکر کتنا بڑا انعام ہے کہ اس دور میں، اس عہد میں، جب دو سو کروڑ تعداد مسلمانوں کی ہے اور اُن میں اللہ کو ماننے والے بہت کم ملتے ہیں۔ اللہ کو یاد کرنے کی سعادت مجھے نصیب ہوگئی تو بجائے خود یہ کتنا بڑا انعام ہے۔ توفیق ذکر نصیب ہوگئی ایسی محفل نصیب ہوگئی جس میں خلوص نیت سے سوائے اللہ کی رضا کے کسی کو کسی سے کوئی لالچ نہیں ہے۔ پھر قلب ذاکر ہوگیا۔ لطائف ذاکر ہوگئے۔ بدن ذاکر ہوگیا۔ سلطان الاذکار نصیب ہوگیا۔ باقی کی ساری عمر اس کا شکر ادا کرتا رہوں تو ادا نہیں ہوگا۔ انسانی مزاج ہے ہم یہ چیزیں بھول جاتے ہیں اور انسانی مزاج جسے ہیومن نیچر کہتے ہیں یہ ہر بندے میں ہوتی ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی ہوتی ہے انہیں بھی گرمی سردی حوادثات زمانہ متاثر کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

اب دیکھو کیسی عجیب بات ہے۔ اللہ کا نبی ہی نہیں بلکہ اولوالعزم رسول ہے۔ انبیاء سے رُسل افضل۔ انبیاء افضل ہیں رُسل افضل ترین اور اولوالعزم افضل ترین ہیں۔ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بے شمار اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں اپنی بھگلی اٹھائی اور جا کر طور پر بیٹھ گئے۔

وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ تَكْلِيمًا اور اللہ نے

روبرو گفتگو فرماتے تھے۔ایک انسانی خواہش، ایک درد، ایک ٹھیس، دل میں اٹھی بار الہا! مجھ سے بات کر لیتا ہے۔میری بات سن لیتا ہے۔ اس کا جواب عطا کر دیتے ہیں درمیان میں کوئی وحی کوئی واسطہ کوئی فرشتہ نہیں ہے۔تو دل میں تڑپ ہے کہ تجھے دیکھ بھی لوں۔

رب ارنی انظر الیک. خدایا جلالیت کا پردہ ہٹا دے اور اپنا جمال مجھے دکھا دے۔اب تو دیکھنے کو جی کرتا ہے فرمایا لن ترانی ۔موسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں طور پر بیٹھ کر تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔دیکھنے کا مقام آگے ہے۔ان مادی آنکھوں سے، اس زمین پر بیٹھ کر تم مجھے دیکھ نہیں سکتے۔لن ترانی. فرمایا تم دیکھ نہیں سکو گے۔ولکن انظر الی الجبل ۔لیکن موسیٰ علیہ السلام اُس پہاڑ پہ نگاہ کرو۔فان استقر مکانه فسوف ترینی. اگر پہاڑ سلامت رہا اگر پہاڑ نے برداشت کر لیا تو تمہارا وجود بھی زمین پر بیٹھ کر میرے جمال کو برداشت کر لے گا۔ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا ۔ذرہ سی تجلی پہاڑ پر جمال ہویدا ہوئی اور پہاڑ کے پرخچے اُڑ گئے۔وخر موسی صعقا. موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ہوش اُڑ گئے گر گئے۔تجلی پہاڑ پر پڑی۔ فلما افاق. جب حواس بحال ہوئے تو معذرت کی بار الہا! انسان کا مزاج ہے مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف فرما دیجئے۔تو ارشاد ہوا۔

فخذ ما اتیتک وکن من الشکرین ٥ جو میں دیتا جاؤں وہ لیتا جا اور اُس کا شکر ادا کرتا چلا جا۔

تو ہمیشہ کے لئے روحانیت کی دنیا میں اُصول بن گیا۔کہ جب آؤ تو طلب صادق لے کر آؤ۔جب آؤ تو دل کو خالی کر کے لا۔دنیا میں کون ایسا ہے جس کی فکریں نہیں ہیں؟ دنیا میں کون ایسا ہے جس کے مسائل نہیں؟ دنیا میں کون ایسا ہے جس کی ضرورتیں نہیں لیکن کیا یہاں بیٹھ کر آپ وہ ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں۔نہیں کر سکتے تو پھر ایک دن، دو دن یا دس دن جو لیکر دارالعرفان آتے ہیں تو پھر سب کچھ بھلا کر آؤ کہ اُسے یاد بھی کرتے رہو گے تو وہاں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔یہاں آپ کا نقصان ہو گا۔خالی الذہن ہو جاؤ سمجھو میں قبر میں اُتر گیا۔نہ میری کسی سے دوستی رہی نہ دشمنی نہ کوئی بیوی رہی نہ بچے نہ میرا کوئی گھر ہے نہ بار۔دارالعرفان کے گیٹ سے داخل ہو تو فارغ ہو کر اور باہر جاؤ تو آپ کی دنیا آپ کے سامنے ہے۔

> **یہاں پر خلوص نیت سے سوائے اللہ کی رضا کے کسی کو کسی سے کوئی لالچ نہیں ہے۔ پھر قلب ذاکر ہو گیا، لطائف ذاکر ہو گئے۔ بدن ذاکر ہو گیا۔**

مشائخ اویسیہ کو اللہ نے یہ قوت دی ہے کہ انہوں نے کاروبار حیات سے روکا نہیں۔ ورنہ تصوف میں اہل اللہ دنیا سے الگ کر دیتے تھے۔ گھر بار چھڑوا دیتے تھے۔ کھانا پینا ترک کروا دیتے تھے۔ سونے نہیں دیا جاتا تھا برسوں مجاہدے کرواتے تھے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت عالی میں جب ہم حاضر ہوتے تھے تو گاؤں کے ساتھ باہر ملحقہ ایک بزرگ کا مزار ہے تو جس ساتھی کو برزخ میں کلام کروانا اور سکھانا مقصود ہوتا تو حضرتؒ اُس مزار پہ لے جاتے۔ایک دن میں نے عرض کی حضرت یہ صاحب مزار ہیں کون۔فرمایا یہ شخص تلہ گنگ کے قریب کا رہنے والا ہے اور تصوف اور سلوک کی تلاش میں پیدل اُس زمانے میں دہلی گیا۔ مجھے یاد نہیں حضرتؒ نے دہلی کے کس ... کا ذکر فرمایا تھا، یہ میرے حافظے میں نہیں ہے یہ مجھے یاد ہے کہ فرمایا پچیس برس اُس کے ساتھ رہا۔گھر بار، بیوی بچے، چھوڑ کر پچیس برس اُن کی خدمت میں رہا تو انہوں نے اسے فنافی الرسول ﷺ تک منازل کرائے۔پچیس برس بعد جب اس نے اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا ضرور جاؤ لیکن واپس اپنے علاقے میں اور اپنے گھر نہ جانا اُدھر مصروف ہو جاؤ گے اور یہ دولت کھو بیٹھو گے تو یہ واپس آ کر اپنے علاقے میں نہیں گیا۔یہاں ٹھہرا ۔یہاں رہا۔یہیں فوت ہوا اور دفن ہو گیا یہ تو دور کی بات ہے۔

ہمارے سامنے مولانا احمد علی لاہوریؒ گزرے ہیں اور اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے۔ یہ اقطاب تصوف میں ایسے مناصب ہیں

جس طرح چاند سورج ستارے ہیں۔ کسی چاند کو، سورج کو، ستارے کو، یہ ضروری نہیں کہ علم ہو کہ اُس کی روشنی سے کیا کیا ہو رہا ہے۔ اس طرح قطب ارشاد کو ضروری نہیں کہ سب علم ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ رُشد و ہدایت کے چراغ جہاں بھی جلتے ہیں وہاں اُس کی برکات اُس میں شامل ہوتی ہیں یعنی قطب ارشاد اپنے زمانے میں روئے زمین پر ایک بندہ ہوتا ہے کہ رُشد و ہدایت کا چراغ جہاں بھی جلتا ہے تو اُس میں اُس کی برکات کا تیل شامل ہوتا ہے۔ اس منصب جلیلہ کے حضرت نے فرمایا کہ کوئی چاہے کہ اُسے فنا فی الرسول ﷺ نصیب ہو جائے تو چار سال کے اخراجات اپنے اہل خانہ کو دے آئے۔ اپنا چار سال کا خرچہ ساتھ لے آئے اور میرے پاس یکسو ہو کر چار سال رہے انشاء اللہ فنا فی الرسول ﷺ کروادوں گا۔ یہ کل کی بات ہے اور اُن کے رسالے میں خدام الدین میں شائع ہوئی تھی یہ محض سُنی سُنائی بات نہیں اُن کا شمارہ میگزین جو ماہوار آتا تھا غالباً خدام الدین اس کا نام تھا اسی خدام الدین میں شائع ہوا تھا یہ دعوت شائع ہوئی تھی۔

اور ایک طرف مشائخ اویسیہ ہیں کہ گھر رہو، بھائی حلال کھاؤ، بیشک جتنا کھاؤ لیکن حلال کھاؤ حرام نہ کھاؤ اپنے بیوی بچے پالو۔ مزدوری کرو۔ محنت کرو۔ مجاہدہ کرو۔ تبلیغ کرو، دین سیکھو، دین سکھاؤ، نماز باجماعت ادا کرو، معمولات ہمارے ساتھ صبح شام اللہ اللہ کرو تمہیں فنا فی الرسول ﷺ بھی نصیب ہو جائے گا اور فنا بقا تو اس راستے کی ابجد ہے۔

اول ما آخر ہر منتہی ہر سلسلہ جہاں ختم ہوتا ہے وہاں سے ہمارے سلسلے کے لوگ شروع کرتے ہیں اور آخر ما جیب تمنا تھی۔ اور انتہا یہ ہے کہ مانگنے کو کچھ نہیں رہتا اتنا مل جاتا ہے۔ یہ وہ عظیم سلسلہ اور یہ وہ عظیم لوگ ہیں اللہ کے بندے کہ ان کی نظیر دنیا میں نہ تھی، نہ ہے اور نہ ہوگی۔ بارگاہ نبوت ﷺ کے یہ وہ خادم ہیں جن کی مثال نسبت اویسیہ کے باہر ملنا ممکن نہیں اور اس میں ہم میں سے ہر ایک کو یہ تو ہوتا ہے مجھے فلاں منزل مل جائے۔ مجھے فلاں مراقبہ نصیب ہو جائے۔ فلاں تک میرے مراقبات ہو جائیں۔ یہ میرے اور آپ کے فکر کرنے کی بات نہیں ہے۔ ہمارے فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ میں جو سارا کام چھوڑ کر یہاں آ بیٹھا ہوں کیا میرا دل صرف اللہ اللہ کر رہا ہے یا میں یہاں ہوں دل وہاں ہے۔ اگر تو ہم وجود کو کھینچ گھسیٹ کر لے آئے ہیں اور دل وہاں ہے تو کیا حاصل ہوگا؟

مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے۔ یہ اقطاب تصوف میں ایسے مناصب ہیں۔ جس طرح چاند سورج ستارے ہیں۔

اب وہ اللہ جل شانہٗ چاہتا ہے کہ تم میرے ہو جاؤ۔ اُسے ہماری ضرورت تو کوئی نہیں، ہم میں سے اکثر وہ ہیں جن کو جن کی ضرورت اُن کے گھر والوں کو بھی نہیں ہے۔ ہم میں سے تو اکثر وہ ہیں جو اپنی اولاد پر بھی بوجھ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی ہمیں ضرورت نہیں ہے وہ کہتا ہے مجھے تمہاری ضرورت ہے میرے ہو جاؤ اور ہم ہیں کہ وجود کو گھسیٹ کے لے آئے ہیں کہ ہم تیرے ہیں لیکن دل پاس نہیں ہوتا دل وہاں چھوڑ آتے ہیں تو پھر محنت تو اس بات پہ کی جانی چاہئے کہ دل کو یہاں لے آؤ اُسے فارغ کریں اُسے خالی کریں۔ اُس سے جھاڑ جھنکار صاف کریں۔ جہاں آپ اللہ کو بلانا چاہتے ہیں کیا اُس کمرے کو اُس جگہ کو صاف نہیں کرو گے۔ اُس میں خواہشات کے جالے لٹک رہے ہوں گے۔ آرزوؤں کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہوں گی، اُس میں حسد اور نفرت کی آندھیاں چل رہی ہوں گی اور جھاڑ جھنکار اُگے ہوئے ہوں گے اُس میں دشمنی کے سانپ رینگ رہے ہوں گے۔ اور آپ کہیں گے یہاں اللہ بھی جلوہ افروز ہو جائے بھئی آپ تو آپ ہیں۔ میں تو میں ہوں۔ اللہ تو ایسا نہیں ہے۔ وہ تو جانتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ جب میرا گھر بنالیا ہے تو اسے حاضر ہونے والوں کے لئے صاف ستھرا رکھو۔ چند پتھروں کی دیوار ہر طرح کی آلائشوں سے پاک ہو۔ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی ہر طرح کی آلائشوں سے میرے حبیب علیہ السلام ' سے پاک رکھ کہ میرے طالب یہاں آئیں۔ یہاں طواف کریں، رکوع

وبجود کریں، تو میری تجلیات پائیں۔ اب اگر ہم خالق کائنات کو اپنے دل میں بلانا چاہتے ہیں اور دل ہے کہ اُسے دل کہنا ہی نہیں چاہیے اُس میں تو جھاڑ جھنکار ہیں، خواہشات کی آندھیاں چل رہی ہیں، فکریں کہیں سے کہیں جارہی ہیں، یہی بات قرآن کریم نے ارشاد فرمائی فرمایا۔

موتو قبل ان تموتوا۔ موت سے پہلے بھی کبھی مرکر دیکھو۔ موتو قبل ان تموتوا۔ کبھی موت سے پہلے بھی مرکر دیکھو۔ کبھی یہ سوچ لو جب میں گیٹ سے داخل ہوا تو میں مرگیا میں کسی مسجد میں نہیں آیا میں قبر میں اتر گیا ہوں۔

اب قبر میں روشنی کے لئے اللہ کا نام چاہیے قبر کی تنہائی کے لئے اُس کا ساتھ چاہیے۔ قبر کے عذابوں سے بچنے کے لئے اُس کی رحمت چاہیے تو پھر سب کچھ چھوڑ کر اُس کے ہو جاؤ۔ اب اُس کا کام ہے وہ کیا دیتا ہے؟ جو دیتا ہے لیتے جاؤ جو وہ دے گا شاید اتنا مانگنے کا آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ جب بات اُس پہ آئے گی جو وہ عطا کرے گا میں اور آپ شاید مانگنے کے لئے اتنا سوچ بھی نہیں سکتے۔

تو جب وہ اولوالعزم رسول موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو فرما رہا ہے۔ فخذ ما اتیتک وکن من الشکرین۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جو میں دیتا ہوں وہ لیتا جا اور شکر ادا کرتا رہ۔ مجھے مشورے نہ دے۔ مجھے یہ دے دے مجھے وہ اس کی ضرورت نہیں، میں خود جانتا ہوں۔ میں اور آپ کون ہوتے ہیں؟ ہماری حیثیت کیا ہے؟ اس گئے گزرے دور میں کہ جس میں رزق حلال ناپید، جس میں محبت نام کی جنس ناپید ہے جو دشمنیوں سے اَٹا پڑا ہے، جو تکلیفوں کا گھر بن گیا ہے، جو دکھوں کا جہاں بن گیا ہے۔ جہاں ہر سجدہ سکے پہ ہو رہا ہے اور دولت کی پُوجا ہو رہی ہے۔ جس جگ کا معبود دنیا کی فانی دولت بنی ہوئی ہے۔ ہزاروں برسوں کے سجدے چند سکّوں پہ بک رہے ہیں۔ خریدے جا رہے ہیں۔ اس عالم افراتفری میں اس تپتے ہوئے بے آب وگیاہ صحرا میں ذکر الٰہی کی ٹھنڈی چھاؤں مل جائے تو کیا چاہیے؟ یاد الٰہی کا چشمہ، باصفا میٹھا شفاف اور ٹھنڈا پانی مل جائے تو کیا چاہیے؟ معیت باری کا نخلستان مل جائے تو کیا چاہیے، پھر یہاں بیٹھ کر اُس کا شکر کرتے رہو۔ اُس کا ذکر کرتے رہو اُس کی یاد سے روئیں روئیں کو آباد کرلو۔ چند دن یہاں ہوں گے اور سارا سال باہر لوگوں کے درمیان ہوں گے اب جو لوگوں کے درمیان جن جن مصیبتوں سے پالا پڑنے والا ہے اُن کے لئے دفاع کی قوت، تحفظ کی قوت، یہاں سے ہمیں لیکر اٹھنا ہے۔ اگر یہاں بھی دل غیر حاضر رہا سوچیں خوابیدہ رہیں۔ یہ خیال رہا کہ کھانا کیسا ملا؟ آرام کتنا کیا؟ بستر کیسا تھا؟ تو پھر آنے کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایک اور مصیبت بن جائے اور گردن سے پکڑا ہوا ہو اور یہ پوچھا جا رہا ہو کہ کیوں میری یاد کے بہانے کرتا تھا اور خود عیش تلاش کرنے کے لئے جاتا تھا۔ سفارشیں ڈھونڈنے جاتا تھا اور وہاں دوستیاں بنانے جاتا تھا کہ بڑے بڑے لوگ آتے ہیں۔ میں اُن سے آشنائی کرلوں اور احسان مجھ پہ کرتا تھا میرے لئے کب آیا تھا؟ تو تُو وہاں آیا تھا یہاں بریگیڈیئر آتے ہیں، جرنیل آتے ہیں، مجسٹریٹ آتے ہیں، ڈپٹی کمشنر آتے ہیں، کسی سے دوستی کرلوں گا کام آئے گا پھر اب اُس کے پاس جاؤ۔

یہ وہ عظیم سلسلہ اور یہ وہ عظیم لوگ ہیں ان کی نظیر دنیا میں نہ تھی نہ ہے اور نہ ہوگی

اور یہ بات بھول جاؤ کہ قرب الٰہی ایک بڑا ہموار سا راستہ ہے بندہ دوڑتا جاتا ہے۔ نہیں۔ بندہ خود اپنا دشمن ہے اُس کے اندر نفس موجود ہے۔ یہ اپنے ساتھ سب سے بڑا دشمن اپنا یہ خود ہے۔ پھر اس کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے یہ تو بڑے والی کبڈی ہے مجھے نہیں پتہ آپ کے ہاں کیا ہوتی تھی لیکن ہمارے ہاں ایک ہوتی تھی کہ اُس میں ایک آدمی آگے بھاگتا تھا اور دو اُسے پکڑنے کے لئے بڑے طاقتور پیچھے ہوتے تھے تو یہ تو وہ والی کبڈی ہے کہ ایک آگے ہو پیچھے دو ہوں۔

اب یہاں حاضری کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح نماز کے لئے کہتے ہیں اللہ اکبر اب

ہاتھ باندھ لیا تو اگر دنیا سے کٹ نہیں گیا تو نماز نہیں ہوگی۔ اگر سوچیں کہیں گھومتی رہیں، لفظ کہیں پڑھتا رہا تو ظاہراً شریعت میں تو ہو جائے گی لیکن نماز حقیقتاً تو ادا نہیں ہوگی کہ وہ پتہ نہیں کہاں گھوم رہا تھا؟ اور کہاں سوچ رہا تھا؟

ہندوستان سے ایک بزرگ حج کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ وہ زمانہ تھا کہ حج کے آنے جانے میں سال لگ جاتا تھا۔ بمبئی سے جہاز چھوٹتا تھا اور ایک مہینے میں جدے پہنچتا تھا یہاں سے بھی لوگ بذریعہ ریل بمبئی پہنچتے تھے۔ پھر ایک مہینہ میں جدے پہنچتے تھے۔ پھر آگے پیدل یا اونٹوں پہ سفر ہوتا تھا مکہ مکرمہ کا، صفہ مروہ کا' عرفات کا' پھر واپس مدینہ منورہ کا تو پھر واپس بحری جہاز کا اور ریل کا ایک سال آنے جانے میں لگتا تھا تو مکہ مکرمہ پہنچ کر اُس نے اپنے بزرگوں کو خط لکھا کہ میرا فلاں کام بھی تھا فلاں تھا، فلاں تھا تو اُس کا آپ ضرور خیال رکھیے گا۔ انہوں نے اُسے جواب میں لکھا کہ تم وجود تو مکہ مکرمہ لے گئے دل ہندوستان چھوڑ گئے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ تمہارا وجود یہیں رہتا اور دل مکہ مکرمہ میں ہوتا۔ اس سے تو بہتر یہ ہوتا ہے کہ تمہارا وجود یہیں ہوتا دل مکہ مکرمہ میں ہوتا آج تمہیں فکر لگی ہے اگر کل تمہارا دم نکل گیا تو یہ کام کون کرے گا؟ چلے ہی گئے ہو تو چلے جاؤ سب کچھ بھول جاؤ لیکن سب کچھ بھول جاؤ۔ ایک بات یاد رکھو کس کی بارگاہ میں ہو سامنے کون ہے؟

چند لمحے اگر خلوت کے ملے ہیں۔

ہم دنیا میں بھی تو دوستیاں کرتے ہیں کسی دوست سے کبھی ملاقات ہو جائے باتیں کرنے بیٹھیں تو کوئی بچہ بھی بولے تو ہمیں کتنا ناگوار گزرتا ہے۔ کوئی باہر سے دروازہ کھٹکھٹائے، فون آ جائے تو ہم کہتے ہیں یار یہ بات نہیں کرنے دیتے اتنے دنوں بعد تو ملاقات ہوئی تھی، پتہ نہیں کہاں سے یہ گھنٹی بجا دیتے ہیں اور کوئی دنیاداری دوست احباب گھر بار چھوڑ کر اللہ کے حضور جا بیٹھے پھر اُس میں دنیا کی مداخلت ہو تو مزا آتا ہے۔

اب قبر میں روشنی کے لئے اللہ کا نام چاہیے قبر کی تنہائی کے لئے اس کا ساتھ چاہیے۔ قبر کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی رحمت چاہیے

یہاں تو کرنے کا کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر طرف سے کاٹ کر در حبیب کے لئے تنہا بیٹھو۔ کوئی نہیں ہے میرا تیرے سوا۔ یہ لذت دیکھو مشائخ اویسیہ کے برکات کی یہ بڑے عجیب لوگ ہیں۔

لذت ایں مے بخدا نہ شناسی تا نہ چشی۔

جب تک تو پیئے گا نہیں اس مے کی لذت سے واقف نہیں ہو سکتا۔ یہ مشائخ اویسیہ کی راہ کے کوئی ایسے گنے چنے لوگ ہیں بارگاہ نبوت علیہ الصلوۃ والسلام کے ایسے منتخب خادم ہیں۔ ایسے خاص غلام ہیں کہ ان کی عظمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ یہ بانٹتے نہیں، لٹاتے ہیں لٹاتے ہیں، یہ تفسیر ہے اُس حدیث کی شرح ہے اُس حدیث کی۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُوتِی او کماقال رسول اللہ ﷺ کہ دینے والا رب ہے۔ میرا کام تو بانٹنا ہے۔ دیتے جانا ہے بانٹتے جانا ہے اسی کی تعبیر اور اس کی تفسیر ہے مشائخ اویسیہ۔ یہ گدھوں کو فرشتے بنا دیتے ہیں۔ دنیادار کمینوں کو اللہ کا عاشق بنا دیتے ہیں۔ رزیل اور گئے گزرے انسانوں کو اللہ کی یاد پہ لگا دیتے ہیں۔ کیسے عجیب لوگ ہیں؟

یہ پتھر دلوں کو درد آشنا کر دیتے ہیں۔ یہ مشت غبار کو اللہ کا طالب بنا دیتے ہیں۔ لیکن اگر اپنا ہی دامن اُلٹا ہو سارا سال بارش برستی رہے کوئی اُلٹا برتن پکڑ کر کھڑا رہے تو اُسے کیا نصیب ہوگا۔

تو میرے بھائی! جب یہاں آتے ہو ساری خواہشات، ساری آرزوئیں، اپنی ساری عظمتیں، اپنی ساری برائیاں، اپنے سارے دکھ، اپنی ساری مصیبتیں، اس گیٹ سے باہر رکھ آیا کرو۔ کوئی کسی کے دکھ نہیں اٹھاتا واپس جاؤ گے تو وہیں پڑے ہوں گے پھر سے اپنی گٹھڑی اٹھا لینا۔ یہاں مت لاؤ۔ آپ کے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنا دل کا برتن صاف کرو۔ وہ میرے اور آپ کے مانگنے سے اُس میں زیادہ ڈال دے گا۔ مانگو گے تو وہی بات ہوگی۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

یہ وہ بارگاہ ہے جہاں سے صرف انعام ہی نہیں ملتا۔ داماں بھی تقسیم ہوتے ہیں۔ تم چھوٹا لائے ہو وہ اُسے بڑھادے گا۔ اور الحمدللہ ثم الحمدللہ کروڑوں کروڑوں رحمتیں ہوں اُس مردِ درویش پر جس نے ہم جیسوں کو یہاں بٹھا دیا۔ اور کیسے کیسے لوگوں کو کہاں کہاں سے اٹھا کر اللہ کا طالب بنا دیا۔ وفا کرو کم از کم اپنے ساتھ اگر اللہ سے کوئی نہیں کر سکتا، رسول اللہ ﷺ سے نہیں کر سکتا، اپنے شیخ سے نہیں کر سکتا تو کم از کم اپنے ساتھ تو وفا کرو۔ اپنی ذات کو محض اُس کی طلب کے لئے مختص کر لو۔ جو چند لمحے یہاں نصیب ہیں سب بھول جاؤ کیا ہو رہا ہے؟ کون کیا کر رہا ہے؟ یہ سب ازل سے ہوتا آیا ہے اور جب تک دنیا قائم ہوتا رہے گا۔ اچھا بھی ہوگا بُرا بھی ہوگا۔ بھلے لوگ بھی ہوں گے۔ خراب بھی ہوں گے۔ بارشیں بھی ہوں گی قحط سالیاں بھی ہوں گی، افلاس اور غریبی بھی ہوگی، دولت بھی ہوگی۔ جوانی وصحت بھی ہوگی۔ بڑھاپا اور بیماری یہ ایک نظام ہے۔ یہ چلتا رہے گا۔ میرے اور آپ کے چند لمحے بھول جانے سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ یہ بنیادیں، یہ دیواریں، یہ چھت، اس کی ایک ایک اینٹ، اس کی ریت کا ایک ایک ذرہ، ذکر الٰہی سے منور ہے اور اس میں صرف ذکر الٰہی ہی مزا دیتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر دنیا کی فکریں مزا نہیں دیتیں۔ یہ ایک خلوت کدہ ہے اس کی بارگاہ ہے۔ روئے زمین کے کتنے عشاق کے سجدوں سے یہ فرش مزین ہے۔ دنیا میں بسنے والے اللہ کے طالبوں کے کتنے اذکار اس کی فضا میں گونجتے ہیں اور کتنی توجہ نصیب ہوتی ہے مشائخ اویسیہ کی توجہ جسے نصیب ہوگی۔ وہی سمجھ سکتا ہے۔

بس اتنی سی گزارش ہے کہ اس کے لئے اپنے آپ کو، اپنے دل کو، اپنے دماغ کو، فارغ کرلو۔ جو لمحے تمہیں یہاں نصیب ہیں جھولیاں بھر لو وہ خود دینے والا ہے۔

فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ لیتے جاؤ جھولیاں بھرتے جاؤ اور شکر ادا کرتے جاؤ۔

دعائے مغفرت

☆......سلسلہ کے پرانے ساتھی شیر احمد خلیل (پشاور) وفات پاگئے۔ مرحوم سلسلہ کے ساتھی نذیر احمد SE واپڈا ؒ رہ کے والد محترم تھے۔

☆......سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی محمد سلیم (مانسہرہ) کے والد صاحب محمد ایوب جو کہ سلسلہ کے ساتھی تھے وفات پا گئے ہیں۔ احباب سلسلہ عالیہ سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆......امیر جماعت سلسلہ عالیہ تلہ گنگ حاجی محمد حسین کی اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

لطائف میں تسلسل

فرمایا۔ اس کے لئے جیسا کہ میں نے علی الترتیب عرض کر دیا ہے یہ ضروری ہے کہ آپ ہر لطیفے کو مناسب وقت دیں اور اس میں ایک باقاعدگی پیدا کریں تاکہ برکات زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں۔ یہ قوت زیادہ سے زیادہ حاصل ہو اور جتنی جس میں استعداد ہوگی انشاء اللہ اسے اس سے زیادہ ترقی نصیب ہوگی۔ کیونکہ ہماری بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ ہر انسان کو جس قدر زیادہ سے زیادہ مدارج حاصل ہوسکیں اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ یہ جو درمیان سے چھوٹ جاتا ہے اس سے یہ ہوتا ہے جیسے بجلی کا ایک لنک کٹ جائے تو وہ پچھلی ساری لائن خالی ہوجاتی ہے پھر نئے سرے سے پاور ہاؤس چلانا پڑتا ہے۔ اس کی قضا نہیں ہوتی۔ نماز چھوٹ گئی ہے تو دوسری نماز کے ساتھ قضا کرلیں۔ لیکن یہ چھوٹ جائے تو اس قرب کی تو کوئی قضا نہیں ہوتی یہ پھر سے بنانا پڑتا ہے اور اگر تسلسل قائم رہے تو بفضل اللہ اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے آپ محسوس کریں یا نہ کریں استعداد پیدا ہوجائے تو پھر کسی ایک ملاقات میں بھی سارے مراقبات کرائے جا سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ محنت کر کے استعداد پیدا کرلی جائے۔

(اقتباس از کنز الطالبین)

پیوستہ رہ شجر سے......

ایک رواج ہو گیا ہے کہ ہر بندے کو دوسروں کی فکر ہے کہ فلاں یہ کر رہا ہے' فلاں وہ کر رہا ہے' جو بھی جو کچھ کر رہا ہے اللہ رب العالمین اسے دیکھ رہا ہے۔ ان سب لوگوں نے پلٹ کر میرے پاس آنا ہے۔ ان کا حساب میں نے لینا ہے۔ میں اور آپ لوگوں کے محاسب نہیں ہیں۔ محتسب نہیں ہیں' ہاں اپنا احتساب ہمیں کرنا چاہئے اور اس کے بعد دیکھنا یہ چاہئے کہ کردار سے اور عمل سے تبلیغ ہو تو پھر زبانی تبلیغ میں بھی اثر ہو گا۔ اپنا فیصلہ بڑی سوچ بچار سے کیجئے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 8-6-2003

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم٥

اِنّ اللّٰہ لا یغیر مَا بقومٍ حتّٰی یغیر وا مَا بِاَنفُسِھِم٥

نظام کائنات میں ابتدائے آفرینش سے حق و باطل کی آویزش چلی آ رہی ہے اور جب تک سورج طلوع وغروب ہو رہا ہے یہ چلتی جائے گی۔ باطل کا انجام بہرطور برا ہے۔ دنیا میں باطل کے پاس طاقت بھی ہو، اقتدار بھی ہو، تو بھی اس کے اندر ایک آگ لگی رہتی ہے۔ اس کے لئے چین اور سکون کا کوئی لمحہ نہیں ہوتا اور آخرت کی ناکامی اس کا مقدر ہے۔ حق کا غلبہ اہل عالم کی خوش نصیبی ہوتا ہے اور اگر لوگ حق کو قبول کریں۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا حق آئے تو باطل کو جانا پڑتا ہے۔ اسی لئے کہ جانا ہی باطل کا مقدر ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ رب جلیل کسی پر کوئی چیز مسلط نہیں فرماتا۔ عبادت کا حکم دیا لیکن کسی کے لئے جبری عبادت مقرر نہیں کی۔ حلال کھانے کا حکم دیا لیکن اگر کوئی حرام کھانا چاہے تو اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑتا۔ نیکی کا حکم دیا لیکن اگر کوئی برائی کرنا چاہے تو اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑتا۔ یہی کچھ فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اطاعت کرنا چاہتا ہے یا نافرمانی، باقی اس کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ پیدا ہونا اس کے بس میں ہے، نہ مرنا اس کے بس میں ہے، نہ اپنی شکل اور وجود بنانا اس کے بس میں ہے، نہ اپنا علم اور دماغ گھڑنا اس کے بس میں ہے، وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن یہ فیصلہ اس کے بس میں ہے۔ وَھدینٰہُ السبیلا اِمّا شاکراً وّ اِمّا کفوراً

دونوں راستے واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اب وہ چاہے تو شکر کی راہ اختیار کرے۔ چاہے تو باطل کی طرف چل کر دیکھے۔ اس کا حساب تو یوم حشر کو ہو گا لیکن نتائج فوراً شروع ہو جاتے ہیں۔ فیصلہ یوم حشر کو ہو گا لیکن نتائج حق و باطل کے فوراً بعد وجود میں آ جاتے ہیں۔

جس طرح سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں پھینکا گیا لیکن ان کا وجود، باجود ان کی ذات ان کا اللہ کے ساتھ تعلق ان کا عشق، ان کی نبوت، ان کا خلیل اللہ ہونا ایسا تھا کہ آگ میں پھینکا گیا لیکن آگ گلستان بن گئی۔

آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

ایسا کیوں ہوا؟ اللہ نے کیا۔ اُن کا تعلق اللہ کے ساتھ ایسا تھا۔ تو دنیا میں جو کوئی حق کو اختیار کرتا ہے اگر وہ ایک بندہ بھی روئے زمین پر ہے تو باطل آگ ہے لیکن وہ جو حق کا تابع ایک بندہ ہے اس کیلئے اس آگ میں بھی گلستان ہو گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اہل حق جب آخرت میں چلیں گے تو ان کے آگے آگے ان کا نور ہو گا اور اہل باطل گزارش کریں گے کہ کوئی دو کرنیں ہمیں بھی دے دو۔ وہ کہیں گے کہ یہ ہمارے دینے کی بات نہیں ہے بلکہ تمہارے اپنے حاصل کرنے کی بات ہے۔ تم نے وقت پر حاصل نہیں کیا۔ وہی نور اہل حق کے ساتھ دنیا میں بھی رہتا ہے۔ جو بندہ دل سے طے کر لے کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی ہے۔ یہ اتنا ہی بندے کا بس ہے لیکن یہ فیصلہ ڈھیلا ڈھالا نہ ہو۔ جہاں تک بندے کا بس ہے وہاں تک یہ فیصلہ قطعی ہو، یقینی ہو، کہ مجھے بہر حال ایسا کرنا ہے۔ جتنا مضبوط فیصلہ ہو گا اتنی تائید باری اسے نصیب ہو جاتی ہے اور عالم میں اگرچہ آگ لگی ہو اس کے گرد نور کا ایک ہالہ بن جاتا ہے۔ جو اُسے پر سکون بھی رکھتا ہے، مطمئن بھی رکھتا ہے۔ آرام سے بھی رکھتا ہے، پریشان نہیں ہونے

دیتا، راحت وسکون اُس کا مقدر بن جاتا ہے۔ وہ اس دنیا میں اسی آب وہوا میں، اسی دھوپ چھاؤں میں جی رہا ہوتا ہے لیکن اس کی زندگی اہل جنت کے مشابہ ہوتی ہے اور اگر یہ نعمت نصیب نہ ہو تو بے شک اس کے پاس دنیا کی حکومت واقتدار ہو اس کی زندگی اہل دوزخ کی مثل ہوتی ہے۔ اندر آگ لگی رہتی ہے۔ پریشانیاں گھیرے رکھتی ہیں۔ تڑپتا رہتا ہے اور زندگی ہمیشہ بیقراری کی نذر کرتا ہے اور موت اس سے زیادہ مصیبت بن جاتی ہے۔

یہ بات میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ پچھلے دنوں ایک فنکشن میں ہمارے ہائی کورٹ کے معزز جج صاحبان بھی تھے تو انہوں نے مجھ پہ یہ سوال کیا کہ نفاذِ اسلام کیلئے تقسیم ملک سے لیکر آج تک بہت کوششیں ہو رہی ہیں۔ تبلیغ کے ذریعے سے بھی، تحریر کے ذریعے سے بھی، اور سیاسی راستے سے بھی علماء اسمبلیوں میں گئے۔ تو ہر طرح سے جو دنیاوی کوشش ہے۔ وہ کی جارہی ہے لیکن نفاذِ اسلام کی منزل نظر نہیں آتی۔ کوئی بھی سنجیدہ آدمی جو ہے اسے کوئی دور دور تک کوئی نشان نظر نہیں آتا کہ اس ملک میں اسلام نافذ ہونے کا کوئی امکان ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو میں نے انہیں یہی بات عرض کی اِنّ اللّٰہ لا یغیر مابقوم اللہ کریم کسی قوم کے زبردستی حالات تبدیل نہیں فرماتے۔ حتی یغیرما بانفسھم جب تک وہ خود اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرتے۔ اسلام اللہ کی جنت ہے۔ نفاذِ اسلام اس دنیا میں جنت ہے اور جنت میں اہل جنت کو ہی رکھے گا۔ جن کے دل میں کھوٹ ہے، جن کے ایمان پر کمزوری ہے، جن کا کردار باطل ہے، جو ہوس کا شکار رہیں، جو اپنی ذات میں مگن ہیں۔ دوسروں کو لوٹ لینا چاہتے ہیں، دوسروں کا مال کھا جانا چاہتے ہیں، دوسروں کی عزت وآبرو کی پروا نہیں کرتے، نہیں بھلا چتے جی جنت کون دے گا؟ کیسے دے گا؟ کیوں دے گا؟ رہی بات کہ جو لوگ کوشش کر رہے ہیں تو اہل حق پر فرض ہے کہ وہ پوری تندہی کے ساتھ کوشش کریں۔ انہیں اپنی اپنی کوشش کا

> **یہی کچھ فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اطاعت کرنا چاہتا ہے یا نافرمانی، باقی اس کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے۔**

اجر ملتا ہے۔ انہیں اللہ کی طرف سے انوارات نصیب ہوتے ہیں۔ معیت الٰہی نصیب ہوتی ہے اور جسے معیت الٰہی نصیب ہو انہیں کسی قسم کا فکر نہیں ستائے گا۔ ان کی زندگی جنت کی نظیر بن جاتی ہے اس دنیا میں اور آخرت میں بھی اللہ کریم انہیں اجر سے نوازے گا کہ انہوں نے زندگی بھر خلوص سے نفاذِ اسلام کیلئے کوشش کی۔ اب نفاذِ اسلام کی کوشش کیا ہے؟ کہ اسلام کو ووٹ دیئے جائیں یا سیاست کی جائے۔ نہیں، بنیاد اس بات پر ہے کہ اپنے آپ کو اطاعت الٰہی اور اطاعت نبیﷺ میں ڈھالا جائے۔ اگر کوئی شخص خود اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے، نبی کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے، تو اس کے ووٹ سے بھی اسلام کی تائید نہیں ہوگی۔ اس کا ووٹ بھی کوئی بدمعاش لے اڑے گا۔ بظاہر خواہ وہ مولوی کہلاتا ہوگا۔ لیکن اچھا آدمی نہیں ہوگا۔ جو اس کا ووٹ لے اڑے گا اور اُس کا ووٹ اچھی جگہ استعمال نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ قومیں افراد سے بنتی ہیں اور ہر فرد کو کم از کم یہ تو کرے کہ اپنی ذات کو تو اللہ اور اللہ کے رسولﷺ کے احکام کا پابند بنائے۔ بتقاضائے بشری خطائیں ہو جاتی ہیں اور اللہ کریم بھی یہ مطالبہ نہیں فرماتے کہ انسان فرشتہ بن جائے۔

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا! یا رسول اللہﷺ آپؐ کی حضوری میں ہوتے ہیں تو قلبی کیفیات بھی اور ایمان کا بھی ایک اور رنگ ہوتا ہے اور جب ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں، کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں، گھر مصروف ہوتے ہیں، تو وہ کیفیت نہیں رہتی۔ آپﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا حال سدا وہی رہے اور کوئی خطا تم سے نہ ہو تو اللہ تمہیں اٹھا لے اور نئی مخلوق پیدا کر دے۔ جس سے پھر خطائیں ہوں۔ وہ پھر رجوع الی اللہ کرے اور پھر اللہ کو منا رہی ہو، گڑگڑا کر رو رہی ہو، یہی بات اُسے پسند ہے۔ خطا کا سرزد ہو جانا تقاضائے بشریت ہے لیکن بعض اوقات بعض خطائیں عبادت سے زیادہ فائدہ دے جاتی ہیں۔ اگر دل میں ہوک اٹھے، درد اٹھے، آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو جائے۔ تکلیف ہو کہ مجھ سے یہ قصور کیوں ہوا؟ اور توبہ نصیب

ہو۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ
او کمال قال رسول اللہ ﷺ کہ
احساس ندامت ہو جائے اور اس کام کو چھوڑ
دے۔توبہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پھر اس غلطی کے
پاس نہ جائے۔ نیک سے نیک اور بڑے سے
بڑے آدمی سے صدور ذنب ممکن ہے۔کیا صحابہ
اکرام پر حدود نہیں لگائی گئی؟ کیا صحابہ اکرام
پر مقدمات نہیں چلے؟ کون ہے جوان کی جوتیوں
کی خاک پا کے برابر بھی ہو۔صدور ذنب نبی
کے علاوہ ہر شخص سے ممکن ہے۔گناہ ہوسکتا ہے
لیکن اصرار علی ذنب جو ہے یہ نیکی کے خلاف ہے
کہ اس گناہ کو وظیفہ بنا لے اور اسے مسلسل
کرے۔ایسا نیک آدمی نہیں کرتا۔خطا ہو جائے
تو توبہ کرتے ہیں، رجوع الی اللہ کرتے ہیں اور
اس داغ کو دھونے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر
ہم نفاذ اسلام کے ساتھ مخلص ہیں تو ہر بندے کا
اللہ کے ساتھ معاملہ ذاتی ہے۔اگر اکثریت حق
کے طالبوں کی ہوگی تو اسلام نافذ ہو جائے گا۔
اور اکثریت اگر حق سے فرار کرنے والوں کی
ہوگی تو ایسوں کو اسلام کا نفاذ نصیب نہیں ہوگا۔
لیکن اس میں ہر فرد کی ذمہ داری اپنی بھی ہے۔
سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلام کو لاگو کیا جائے
اور اُس کے ساتھ تبلیغ عملی، سب سے اچھی تبلیغ وہ
ہوتی ہے جو عملاً کی جاتی ہے، کسی کے ساتھ ہم
لین دین کرتے ہیں اس میں کھرے ہیں۔کسی
کے ساتھ بات کرتے ہیں احترام سے کرتے
ہیں۔کسی کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں تو
دیانتداری سے کرتے ہیں۔یہ تبلیغ خاموش ہے
اور صحابہ اکرام نے یہی تبلیغ کی۔کوئی جلسے نہیں
کیے، کوئی تبلیغی جماعتیں روانہ نہیں کی، کوئی رسالہ
نہیں چھاپا، کوئی لمبے لمبے خطبے جمعۃ المبارک
کے بھی نہیں دیئے، چند لفظوں کے، چند سطروں
کے خطبات ہوتے تھے۔لیکن ان کا ہر عمل تبلیغ
ہوتا تھا۔یہ جو دنیا میں اسلام طوفان کی طرح
پھیلا اس لئے پھیلا کہ جو بھی ان سے معاملہ کرتا
ہے وہ مسلمان ہو جاتا۔ایسا ہونا چاہئے۔حقیقی
تبلیغ وہ ہے جو ہم کردار سے کرتے ہیں اگر زبان

جتنا مضبوط فیصلہ ہوگا اتنی تائید باری اسے نصیب ہو جاتی ہے اور عالم میں اگرچہ آگ لگی ہو اس کے گرد نور کا ایک ہالہ بن جاتا ہے۔ جو اسے پرسکون بھی رکھتا ہے۔

سے ہم کسی کو خدا کا خوف دلاتے ہیں اور خود اس
کا مال لوٹ کر کھا جائیں تو اثر اسی کا ہوگا۔جو ہم
نے عمل کیا ہے۔ہماری اس تقریر کا اثر نہیں ہوا۔
اگر ہم نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔تو وہ
ہمیں دھوکہ باز سمجھے گا۔بڑی سے بڑی تقریر ہم
کرتے رہیں وہ ہمیں نیک نہیں سمجھے گا۔عملی تبلیغ
زیادہ موثر ہوتی ہے۔اگر ہم دنیا کی کردار سازی
کرنا چاہتے ہیں، قوم کی کردار سازی کرنا چاہتے
ہیں، ملک کی کردار سازی کرنا چاہئے ہیں، تو
کیسے کر سکتے ہیں؟ جب تک ہم اپنا کردار درست
نہیں کرتے۔
ایک رواج ہو گیا ہے کہ ہر بندے کو دوسروں کی
فکر ہے کہ فلاں یہ کر رہا ہے، فلاں وہ کر رہا ہے،
جو بھی جو کچھ کر رہا ہے اللہ رب العالمین اسے
دیکھ رہا ہے۔اور اس نے فرما دیا۔

اِنَّ علینا ایابھم ثم اِنَّ علینا حسابھمْ ○

ان سب لوگوں نے پلٹ کر میرے پاس آنا
ہے۔ان کا حساب میں نے لینا ہے میں اور آپ
لوگوں کے محاسب نہیں ہیں۔محتسب نہیں ہیں،
ہاں اپنا احتساب ہمیں کرنا چاہئے اور اُس کے
بعد دیکھنا یہ چاہئے کہ کردار سے اور عمل سے تبلیغ
ہو تو پھر زبانی تبلیغ میں بھی اثر ہوگا۔اپنا فیصلہ بڑی
سوچ بچار سے کیجئے۔یہ محض پارٹی میں نہ رہیے
کہ ہم ایک پارٹی بن گئے ہیں اور ہم چونکہ
حضرت کے ساتھ ہیں۔اس لئے ساتھ ہیں اس
کی ضرورت نہیں ہے۔حق کو تلاش کر کے حق پر
قائم ہو جایئے۔کوئی نہ حضرت ہے، نہ کوئی علامہ
ہے، نہ کوئی مولانا ہے، حق حق ہے جہاں ملے اور
جہاں سے رخصت ہو جائے تو بڑے بڑے
خطاب ساتھ لکھتے رہو کچھ بھی نہیں بنتا سب
دنیاوی پردے ہیں۔موت سارے پردے
چاک کر دیتی ہے اور حقیقت سامنے آ جاتی
ہے۔بعض باتیں آدمی کو متحیر کر دیتی ہیں۔
الحمدللہ حضرتؒ کی جوتیوں میں عمر گزر گئی
اور آپ کی رفاقت میں اور مشاہدات و مکاشفات
اور برزخ کے اتنے واقعات سامنے آئے، اتنے
واقعات سُنے، اتنے واقعات کا تجربہ ہوا کہ جو میں
خود گننا چاہوں تو گنے نہیں جا سکتے۔ایسا ممکن ہے
کہ لوح دل سے کوئی بھی مٹا ہو چونکہ یہ ایسے
واقعات ہیں جو دلوں میں دماغ میں ثبت ہو

جاتے ہیں اور بڑے عجیب عجیب واقعات اچھے درجات والے لوگوں کے بھی، عذاب میں گرفتار لوگوں کے بھی دیکھے۔ برزخ میں، عذاب میں، گرفتار لوگوں کو، برزخ میں نجات ہوتے بھی دیکھی۔ برزخ میں لوگوں کو مراقبات اور فنا فی الرسول نصیب ہوتے بھی دیکھا زندگی ایک عجائبات کا مجموعہ ہے۔ زندگی میں، میں نے ایک بات جو دیکھی کبھی نہیں دیکھی۔

ایک بہت بڑے معروف پیر صاحب فوت ہوئے ۔ مجھے کوئی ان سے غرض نہیں تھی اور نہ کوئی اس بات کی فکر تھی۔ کیا ہے؟ کیا نہیں ہے؟ کون ہے؟ کون نہیں ہے بس نام سنا ہوا تھا۔ ان کی ایک تصنیف کسی نے مجھے دی۔ کسی مرید نے، کسی شاگرد نے، ان کی ایک تصنیف مجھے دی جو تصوف پہ تھی۔ میں نے وہ دیکھی ۔ جستہ جستہ دیکھی میرے پاس بھی پڑھنے کا وقت نہیں ہوتا۔ جستہ جستہ دیکھی تو مجھے کچھ کھٹکا کہ باتیں انہوں نے صحیح نہیں لکھی۔ یہ شاید ایسے لگتا ہے جیسے تصوف سے آشنا نہ ہوں۔ تو یہاں ذکر سے فارغ ہو کر مجھے خیال آیا کہ ان سے کیوں نہ پوچھ لیا جائے کہ یہ کاتب سے یا کتاب کو ترتیب دینے والے نے یا مولف نے کوئی جملہ ایسا لکھ دیا ہے یا خود انہوں نے لکھا ہے۔ میں نے اس شخص کو دیکھا ہے ایک کم ستر سال میری عمر ہے۔ جس میں سے بائیس تیئس سال نکال دیں تو باقی سارے اسی دشت میں گزرے۔

میں نے زندگی میں ایسا عذاب کسی پر نہیں دیکھا۔ ایک عجیب کیفیت دیکھی کہ ان کی برزخ کی جو رہائش گاہ ہے۔ اس میں ایک طرف پورا شیشہ لگا ہوا ہے سخت قسم کا بہت چمکدار آئینہ ہے، اور دوزخ سے جو آگ کی لو آتی ہے وہ اس آئینے پہ پڑتی ہے اور اس سے منعکس ہو کر اس شخص پہ پڑتی ہے۔ آپ پر سورج کی دھوپ پڑ رہی ہے کوئی حرج نہیں، لیکن آپ محدب شیشہ لیکر اسے ہاتھ پہ رکھ کر اس طرح دیکھیں تو آگ لگ جائے گی۔ تو پہلے ہی دوزخ سے آ رہی یہ

اللہ کریم کسی قوم کے حالات زبردستی تبدیل نہیں فرماتے۔ جب تک وہ خود اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرتے۔

آگ کا شعلہ پھر وہ اس شیشے پر پڑتا ہے اور جس طرح محدب شیشے سے چھن کر آتا ہے اس طرح اُس شخص پہ پڑتا ہے۔ لرز گیا۔ میں نے پوچھا میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ یا اللہ یہ تو بہت ہی شدید عذاب ہے۔ تو مجھے سمجھ یہ آئی کہ اس نے اہل اللہ کا لباس بنا کر بے دینی کیوں پھیلائی؟ اگر بے دین تھا، بدکار تھا، بدعتی تھا، تو اس میں رہتا۔ اس نے روپ تو میرے دوستوں کا اپنایا۔ ولی اللہ کہلایا۔ صوفی بنا، لوگوں کو تصوف کی طرف دعوت دے کر گمراہ کرتا رہا۔ اس لئے اس کا عذاب اس طرح ہوگا۔ ابھی کہاں یہ تو ابھی برزخ میں آگے جائے گا تو پتہ چلے گا۔ اب جس شخص کیلئے برزخ میں اس طرح کا عذاب تیار ہو رہا ہو۔ وہ دنیا میں پر سکون رہ سکتا ہے اور نیکی کے لبادے میں برائی کرنے کا عذاب بہت ہی زیادہ سخت ہے۔ بندہ سیدھا سیدھا رہے اور کوشش کرے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دامن کو نہ چھوڑے۔ اس کے بغیر کوئی جائے پناہ نہیں۔ بھوک برداشت ہو سکتی ہے، غربت وافلاس برداشت ہو سکتا ہے، بیماری برداشت ہو سکتی ہے، لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے دوری ناقابل برداشت چیز ہے اور ابدی زندگی کو تباہ کر دیتی ہے۔ آخرت کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ کوشش اور سب سے زیادہ محنت اپنے فیصلے پہ کیجئے کہ مجھے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت ہی کرنا ہے۔ آپ کا یہ فیصلہ جتنا مضبوط ہو گا اتنی برکات بھی نصیب ہوں گی۔

حضرتؒ سے ایک دن میں نے عرض کیا۔ کسی کی بات تھی اسے مراقبات حضرت نے کرائے تھے۔ میں نے ویسے ہی پوچھ لیا کہ حضرت یہ کیا کیا سلسلہ ہے؟ کہ کبھی تو ایک آدمی ہمارے سامنے آتا ہے اور ایک ہفتے میں وہ فنا بقا، فنا فی الرسول بعض اوقات سالک المجذوب بھی کر کے سات دنوں میں چلا جاتا ہے۔ ایک دوسرا شخص آتا ہے تو وہ آپ کے ساتھ بھی رہتا ہے اور برسوں لگ جاتے ہیں تو اس کے لطائف بھی صحیح نہیں ہوتے تو مسکرائے۔ فرمانے لگے یہی نہیں یہ بھی ہوتا ہے کہ میں چاہتا ہوں۔ اس بندے کے مراقبات ہو جائیں اور اس کے نہیں ہوتے اور ایک بندے کو یونہی آرزو میں لیتا ہوں۔ آ گیا بس اب اللہ اللہ کراؤ اور میں اس کے لئے کوئی

اہتمام نہیں کرتا۔ کوئی ایسی خصوصی توجہ نہیں کرتا، لیکن اُسے ہو جاتے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا حضرت یہ کیسے ہوتا ہے؟ فرمانے لگے یہ اس بندے کا اپنے اندر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ فیصلہ میرا نہیں ہوتا اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہوتا ہے۔ جس نے دل سے طے کیا ہوتا ہے کہ مجھے اسی راہ پہ چلنا ہے اُسے وہ سرفراز فرما دیتا ہے اور مجھے تو دل کا حال معلوم نہیں میں تو بندے کی ظاہری باتیں سن کر سمجھتا ہوں۔ یہ بڑا اچھا ہے، بڑا مخلص ہے، وہ مخلص ہوتا نہیں میں زور لگاتا رہتا ہوں لیکن اُسے مراقبات ہوتے نہیں، اس لئے کہ اس کے اپنے اندر خلوص نہیں ہوتا۔

تو میرے بھائی سب سے پہلے ساری توجہ اپنی ذات پر دو، اپنے کردار پر دو، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تعلق پر دو، جتنا اندر کا یہ فیصلہ مضبوط ہوگا۔ اتنا انشاء اللہ برکات کے دروازے کھلتے جائیں گے۔ کوئی اچھا کہتا ہے خدا اس کا بھلا کرے۔ کوئی برا کہتا ہے خدا اس کا بھلا کرے۔ ہرایک نے ہر لفظ کا جواب اللہ کو دینا ہے کسی سے مت الجھو۔ اپنے کام پہ توجہ دو کہ ہر آدمی کے پاس فرصت محدود ہے اور کام بہت بڑا ہے ہو سکتا ہے کچھ لوگ ایسے پیدا ہو جائیں کہ جن کا خلوص اتنا ہو کہ اس کے طفیل اللہ سارے ملک کو اسلام کی نعمت سے سرفراز کر دے تو ان کے اجر کا اندازہ کریں کہ اللہ ان کو کتنا اجر عظیم دے گا۔ بعض اوقات ایک بندہ ایسا ہوتا ہے جس کے طفیل انقلاب آ جاتا ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ بہت بڑے لشکر ہی ہوں۔ بعض اوقات چند افراد ایسے ہوتے ہیں جن کا درد دل رنگ لے آتا ہے۔ تبدیلیاں اور انقلاب آ جاتے ہیں تو جہاں تک ظاہری کوشش ہے۔ ہم اسی کے مکلف ہیں لیکن نتائج ہماری باطنی طلب پر مرتب ہوں گے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اللہ کریم سب احباب کو نیک توفیق دے اور عامتہ المسلمین کو اس درد سے آشنا کرے۔

اہل حق پر فرض ہے کہ وہ پوری تندہی کے ساتھ کوشش کریں انہیں اپنی کوشش کا اجر ملتا ہے۔ انہیں اللہ کی طرف سے انوارات نصیب ہوتے ہیں۔

حالات و واقعات ایک منزل کی طرف جا رہے ہیں امریکہ بہادر دندنا رہا ہے۔ افغانستان کی تباہی کے بعد عراق کو تاراج کیا۔ اب کسی نہ کسی ملک کی طرف اس کی نگاہ کرم ہے۔ پہلے عرب کی طرف تھی اب زیادہ رجحان ایران کی طرف ہے۔ خدا جانے کہ اس ظالم کو یا اس عذاب الٰہی کو اللہ کہاں مسلط کرنا چاہتا ہے لیکن بالآخر یہ آگ بڑھتی بڑھتی یہیں برصغیر میں پہنچے گی۔ حق و باطل کا معرکہ یہی ہوگا۔ حالات یہ بتا رہے ہیں کہ کچھ زیادہ دور نہیں لگتا اب جو تقسیم کشمیر کا فارمولا امریکہ نے دیا ہے۔ اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ کچھ عرصہ کشمیر ہندوستان کو دے دیا جائے کچھ عرصہ پاکستان کو دے دیا جائے اور درمیان میں آزاد کشمیر ریاست بنا دی جائے۔ جب آزاد کشمیر کی چھوٹی سی ریاست بنے گی تو پھر اقوام متحدہ کے نام سے کسی نہ کسی نام سے امریکہ اس کا سرپرست بن جائے گا اور ہمالیہ کی چوٹیوں پر اپنے اڈے بنانا چاہے گا۔ اپنے ایٹم اور اپنے جہاز رکھنا چاہے گا اور اس کے خیال میں یہ اُس کی بہت بڑی فتح ہوگی کہ پھر دنیا میں کوئی بھی اس کے مقابلے میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہے گا۔ لیکن یہ شان صرف اللہ کی ہے کہ کوئی اس کے مقابلے میں نہ رہے، امریکہ کو یہ نصیب نہیں ہوگی۔ اور جب اس میں ناکامی ہوگی الزام پاکستان پہ آئے گا۔ امریکہ زبانی حمایت پاکستان کی کرے گا اور عملاً ہندوستان کو کہے گا کہ ان پر حملہ کرو اور یہ انقلاب کی ابتداء بن جائے گی، پھر اس میں افغان بھی شامل ہوں گے اس میں عراقی بھی شامل ہیں۔ اس میں اہل عرب بھی شامل ہوں گے اس میں ایرانی بھی شامل ہوں گے ہر وہ بندہ جو امریکہ کے ظلم کا شکار ہوگا وہ اس میں ضرور شریک ہوگا۔ یہی غزوۃ الہند کی ابتداء ہوگی۔ بڑا معرکہ ہوگا، بڑا خون بہے گا، لیکن فتح حق کی ہوگی، غلبہ اسلام کا ہوگا اور اس جہاد کے بعد برصغیر پر اسلام نافذ ہوگا۔ اس الیکشن سے نہیں ہوگا۔ اچھا ہے جو کوشش کر رہے ہیں کر دیکھیں تو جو بات میری سمجھ میں آئی ہے۔ میں وہ کر رہا ہوں کوئی ضروری نہیں، سب لوگ مجھ سے متفق ہوں۔ لوگوں کی اپنی اپنی رائے ہے۔ کریں، لیکن میں بہرحال الحمدللہ اس کے لئے دعا بھی کرتا ہوں کہ اے اللہ! اتنی فرصت دے کہ اس میں شراکت نصیب ہو اور ایسے نصیب دے کہ اس میں

شہادت نصیب ہو۔ اب غلبہ اسلام کا وقت آ رہا ہے۔ چھوٹی موٹی رکاوٹیں اور یہ چھوٹے موٹے شوشے جو شیطان چھوڑتا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ کچھ ہونے والا ہے۔ اس کے پیٹ میں کیوں درد ہو رہا ہے؟ اپنے آپ کو کھرا کرو، کم از کم اللہ کے سامنے تو کوئی پردہ داری نہ ہو۔ وہ جانتا ہے ہم کمزور ہیں۔ وہ جانتا ہے ہم خطا کار ہیں۔ وہ جانتا ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ ہم سے چاہتا بھی کچھ نہیں، اسے کچھ ضرورت بھی نہیں، وہ صرف ہم سے ہم کو چاہتا ہے۔ کمزور ہیں، بے کار ہیں، نکمے ہیں، جاہل ہیں، جیسے بھی ہیں وہ کہتا ہے جیسے بھی ہو تم میرے ہو جاؤ، باقی کام میں خود کر لوں گا اور یہی مشکل ہے کہ ہم ہر بات میں اپنے ہیں۔ ہم کہتے ہیں میں نے یہ کر دیا۔ میں نے وہ کر دیا۔ ہمارے پاس میں ہی میں ہے۔ أنا ہی أنا ہے۔ میں ہی میں، وہ کہتا ہے یار کہیں یہ بھی کہو۔ میرے رب نے یہ کر دیا۔ اس اتنی سی بات کر دو۔ اتنی سی بات پہ آ جاؤ۔ میں کچھ نہیں، جو کیا ہے میرے رب نے کیا ہے۔ اس اتنی سی بات یاد کر لو۔

اللہ کریم توفیق دے۔ درد دل عطا فرمائے۔ غزوۃ الہند بہت بڑی سعادت ہے۔ جس کے بارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ آخری امت میں یہ لوگ ہوں گے جو غزوۃ الہند میں شریک ہوں گے جو بلا حساب جنت میں جائیں گے جن کو حشر میں پوچھا نہیں جائے گا کہ ان کا حساب کتاب کیا ہے؟

اصحاب بدر کے لئے فرمایا جنت میں جائیں گے۔ قسطنطنیہ کا فاتح لشکر جو ہوگا جنت میں بلا حساب جائے گا اور آخری زمانے میں جو غزوۃ الہند میں شریک ہوں گے یا نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج مہدیؓ پر ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے یہ دو جماعتیں امت کے آخری عہد کی بلا حساب جنت میں جانے والی ہیں۔ اور بڑا عجیب وہاں سماں ہوگا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک

اگر اکثریت حق کے طالبوں کی ہوگی تو اسلام نافذ ہو جائے گا اور اکثریت اگر حق سے فرار کرنے والوں کی ہوگی تو ایسوں کو اسلام کا نفاذ نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن اس میں ہر فرد کی ذمہ داری اپنی بھی ہے۔

حدیث نقل فرمائی ہے کہ کچھ لوگ قبروں سے اٹھیں گے لباس خون سے تر بتر ہوگا، جسم چھلنی ہوگا۔ زخموں سے ڈھال تلوار لئے اسلحہ اٹھایا ہوا ہوگا اور قبر سے اٹھ کر سیدھے جنت کی طرف چل پڑیں گے

جنت دوزخ کو بھی سامنے رکھا جائے گا۔ میدان حشر میں وہ جنت کی طرف چل پڑیں گے اور تلوار کے دستے سے دروازہ جنت کا کھٹکھٹائیں گے۔ دروازہ کھولو، تو جو جنت کا رضوان ہے ذمہ دار فرشتہ، وہ عرض کرے گا کہ حضور آپ قبر سے اٹھ کر یہاں تشریف لے آئے۔ ابھی تو حساب ہونا ہے۔ میدان عمل لگا ہوا ہے۔ اعمال کا وزن ہوتا ہے۔ اعمال پیش ہوتے ہیں۔ پھر وہاں سے فیصلہ ہوگا۔ پھر پل صراط سے گزریں گے۔ پھر آئیں گے۔ آپ تو سیدھے چلے آئے۔ یہ راستہ تو اُدھر سے ہو کے آتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ الی اللہ ہو کر عرض کریں گے بار الٰہا! تیرے احسانات ہم پر بے حساب ہیں۔ تیرا کرم ہے، ہم جاہل تھے تو نے اپنا رسول مبعوث فرما کر ہمیں ہدایت دی۔ جان دی، مال دیا، اولاد دی، گھر بار دیئے، ہم نے سب کچھ تیری راہ میں چھوڑ دیا مہاجر ہو گئے، بیٹے تیری راہ میں قربان کر دیئے۔ جان بچتی تھی دیکھ لے ہم نے تیری راہ میں اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ اپنے اس فرشتے سے پوچھ! بتائے کس بات کا حساب چاہتا ہے؟ ہمارے پاس بچا کیا ہے؟ ہم نے کیا باقی رکھا ہے کہ اس کا حساب اسے دیں؟ تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حکم ہوگا جنت کے سارے دروازے کھول دو۔ ان کی مرضی ہے کہاں جانا چاہتے ہیں؟ کس راہ سے جانا چاہتے ہیں۔ ایسی جماعتوں میں آخری امت کی ان دو جماعتوں کا شمار ہے جو ایک غزوۃ الہند میں شریک ہوگی اور دوسری نزول عیسیٰ علیہ السلام پر یا ظہور مہدی کے ہمراہ جہاد کرے گی۔ اور یہ بات مجھے بالکل حرفاً حرفاً یاد ہے اور بہت سے بزرگ ساتھیوں کو یاد ہوگی، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جماعت نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدیؒ کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوگی۔

اللہ کریم توفیق دے استقامت دے۔ پکا فیصلہ کرنے کی توفیق دے۔

وابستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

محاسبہ کی گھڑی

اب روزمرہ کی زندگی میں دیکھ لو۔ ہمیں دوسروں پر فتوے لگانے کا بڑا شوق ہوتا ہے لیکن حق یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے کہ میں دن بھر میں کتنی اطاعت کرتا ہوں۔ اورکتنی نافرمانیاں کرتا ہوں۔ مجھے صبح اٹھنا پڑے تو کتنا دشوار نظر آتا ہے جبکہ ارشاد ہو رہا ہوتا ہے۔ الصلوۃ خیر من النوم کہ نیند سے اللہ کی عبادت کروڑوں درجہ بہتر ہے۔ ہم کیوں نہیں اٹھ جاتے؟ مجھے کتنا مشکل لگتا ہے کہ میں وضو کر کے بارگاہ الوہیت میں جاؤں جبکہ کسی دنیادار کو ملنے جانے کیلئے تو میں کپڑے بھی تبدیل کرتا ہوں۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 23-5-2003

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیمo

یُجادِلُو نکَ فِی الحقِ بَعدَ مَا تبیّنَ

کانّما یُساقُونَ اِلی الموتِ وَھُمْ یَنظُرُونَ

نویں پارے میں سورۃ انفال کی یہ آیت مبارک بڑی ایک خوبصورت بحث کا آغاز کرتی ہے اور ایک خوبصورت فلسفہ بیان کرتی ہے کہ ایمان کیا ہے؟ اور ایمان سے محرومی کیا ہے؟ دنیا میں لوگ ایمان کیوں قبول نہیں کرتے۔ ہم نے دیکھا ہے ہر بندہ کسی نہ کسی خوابی، کسی نہ کسی اچھی چیز کا شیدائی ہے۔ کوئی اچھے شعر پہ مرتا ہے۔ کسی کو شعروں کی الفاظ و معانی کی سمجھ نہیں آتی لیکن گانے والے کی آواز اُسے اتنی خوبصورت لگتی ہے کہ اُس پہ مرنے کو جی چاہتا ہے۔ کوئی اقتدار کے لئے ساری عمر جیلوں میں گزار جاتا ہے اور اپنی اُس دھن پہ ڈٹا رہتا ہے کہ میری منزل اقتدار ہے۔ دولت لوٹتا ہے گھر لوٹتا ہے۔ ہر بندے کی منت سماجت کرتا ہے۔ تکلیفیں برداشت کرتا ہے لیکن لگا رہتا ہے۔ اُسے وہ بات پسند ہے۔ کوئی کسی کے ظاہری حسن پہ قربان ہوتا ہے۔ کوئی کسی کی باطنی خوبیوں پہ نچھاور ہوتا ہے کہ بڑا باکمال آدمی ہے لیکن ایک ہستی ایسی بھی ہے کہ دنیا میں صرف انسانوں میں نہیں اللہ کے سوا ساری کائنات میں سارے جہانوں میں جہاں کوئی بھی خوبی ہے جہاں کوئی بھی حُسن ہے وہ اُس کے کسی نہ کسی گوشہ حسن کا پرتاؤ ہے۔ کہیں چند ذرے، کہیں چند کرنیں، کہیں ایک قطرہ اور جتنا حسن اللہ نے اپنی ذات کے علاوہ اپنی ساری مخلوق میں بانٹا وہ سارا حسن محمد ﷺ کا کوئی قابل ذکر حصہ بھی نہیں بنتا۔ جیسے سمندر سے چڑیا ایک چونچ پانی کا لے لے تو اس کی نسبت کوئی سمندر کے ساتھ بنتی ہے کہ سمندر کے ساتھ اُسے کیا نسبت ہے۔ اس طرح روئے زمین پر ہی نہیں، آسمانوں پر عرشوں پر جنت میں آپ ﷺ رحمت ہیں۔ وَمَا اَرسلنکَ الا رحمته العالمین.

ساری کائنات خوشہ چین ہے

جمال ظاہری کی بھی، جمال باطنی کی بھی

حسن ظاہر سے تیرے روشن جہان رنگ و بو

پر جمال باطنی کی بھی ذوفشانی اور ہے

تو پھر کیا وجہ ہے؟ کہ بندہ محمد رسول اللہ ﷺ پر کیوں نہیں مرتا؟ بندہ رسولؐ کا عاشق کیوں نہیں ہوتا؟ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

یجادِلونکَ فی الحق.

اے میرے حبیب ﷺ تو بات اتنی سچی کہتا ہے کہ تیرا ہر لفظ حق ہے۔ یہ ایسے بدنصیب ہیں کہ تیرے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔ حق پر جھگڑتے ہیں۔ حق تو حق ہوتا ہے، سچائی تو سچائی ہوتی ہے اور وہ ماننے کیلئے ہوتی ہے۔ جھگڑنے کیلئے نہیں ہوتی۔ جھگڑا ہوتا ہے یہ بات ثابت کرنے کیلئے کہ جو کہا جارہا ہے یہ سچائی ہے کہ نہیں، جھگڑا اس بات پہ ہوتا ہے کہ جو کچھ کہا جارہا ہے یہ سچ ہے یا نہیں اور جب ثابت ہو جائے کہ یہ سچ ہے پھر جھگڑا کیسا؟ جب آپؐ نے مکہ کے قبائل کو جمع فرما کے پوچھا کہ میرے بارے تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اور آپؐ کوہ صفاء پر کھڑے تھے اب تو صفا مروہ مٹی سے بھر گئے ہیں اور درمیان سے فاصلہ تھوڑا رہ گیا ہے۔ اچھی بھلی اونچی پہاڑیاں تھیں تو سامنے سارے لوگوں کو جمع فرمایا۔ تو سب مشرکین مکہ نے، کفار مکہ نے، سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپؐ صادق امین ہیں۔ آپ کے چالیس سال ہمارے درمیان گزر گئے۔ ہمارا یہ تجربہ ہے کہ ہر بات میں ہم

نے آپؐ کو سچا پایا۔ امانتدار پایا۔ آپؐ نے فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ میں تو پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑا ہوں کیا خوبصورت مثال دی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تمہیں دوسری طرف کچھ نظر نہیں آ رہا لیکن میں چوٹی پہ کھڑا ہوں۔ میرے سامنے جس طرح تم ہو اس طرح دوسری طرف بھی ہے اور میں یہ تم سے کہوں کہ دوسری طرف ایک لشکر ہے جو ابھی تم پہ حملہ آور ہوگا تمہیں تباہ کر دے گا۔ تو کیا کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کی بات مانیں گے۔ آپؐ سچے ہیں' امین ہیں' یقین کریں گے اور جو تدبیر دفاع کی ہو سکے گی تو وہ کریں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا ایسے ہی میں دو جہانوں میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ اللہ واحد لاشریک ہے' حق پر کیا ثمرات مرتب ہوں گے میں تمہیں بتا رہا ہوں اور دیکھ کر بتا رہا ہوں۔ باطل کا کیا حشر ہوگا؟ یہ میں تمہیں بتا رہا ہوں اور دیکھ کر بتا رہا ہوں۔ فرمایا یہ آپ کے ساتھ حق پر اس وقت جھگڑا کر رہے ہیں **بعد ما تبین**۔ جب خود ان پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ جو کہہ رہے ہیں حق ہے۔ اس کے بعد یہ جھگڑا کرتے ہیں۔

کسی عجیب بات ہے۔ یہ حالت تو کفار کی تھی' ایمان نہ لانے والوں کی تھی' یعنی جانتے وہ بھی تھے میں نے تو ایک دلیل عرض کر دی۔ بے شمار دلائل کفار کے پاس تھے۔ جس سے انہیں یہ ثابت تھا کہ آپؐ جو فرماتے ہیں یہ حق ہے اور یہ بات ان پر واضح ہو چکی تھی کہ آپؐ جو ارشاد فرماتے ہیں یہ حق ہے لیکن اس کے بعد بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ اعتراض کئے جا رہے ہیں' جھگڑا کئے جا رہے ہیں' مرنے مارنے پہ تیار ہیں' لڑائی کرنے پہ تیار ہیں' ایذا دینے کے ذرائع ڈھونڈتے ہیں' تکلیف پہنچانے کے ذرائع ڈھونڈتے ہیں' اور فرمایا اُن کا عالم یہ ہے کہ آپ کی بات ماننے کے لئے ان پہ یہ حالت طاری ہو جاتی ہے۔ **کانما یساقون الی الموت**۔ جیسے کھینچ کر کوئی انہیں سولی کی طرف لے جا رہا ہو' موت کی طرف لے جا رہا ہے' قتل

یہ جاننے اور ماننے کے بعد کہ اللہ کا نبی علیہ الصلوۃ والسلام سچا ھے۔ اللہ کا کلام برحق ھے۔ پھر وہ دین مشکل لگے پھر اِس پہ ھمیں سوچنا پڑے گا کہ میرا دعویٰ ایمان سچ ھے بھی کہ نہیں۔

گاہ کی طرف لیجا رہا ہے۔ جس طرح بندہ ڈر جاتا ہے اس کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے۔ وہ بددل ہو جاتا ہے۔ اُدھر نہیں جانا چاہتا اُسے کھینچ کر لے جایا جاتا ہے۔ فرمایا آپ کی بات ماننا اُن کے لئے اس طرح دشوار ہو رہا ہے۔ اصل میں کھینچ کر کوئی موت کی طرف لے جا رہا ہو۔ وَهُمْ يَنظُرُونَ اور وہ موت اپنے سامنے دیکھ رہے ہوں۔ اُن کے سامنے نظر آ رہی ہو کہ مجھے مقتل کی طرف لے جا رہا ہے۔ جلاد تلوار نکالے کھڑا ہے۔ مجھے دار کی طرف لے جا رہا ہے' سولی کھینچنے والے کھڑے ہیں' پھانسی لگانے کیلئے رسہ لٹک رہا ہے' تو جس طرح بندہ چاہتا ہے کہ میں ادھر نہ جاؤں اسی طرح آپ کی بات نہ ماننے پر بھی یہ بضد ہیں۔ اب یہ حال تو کافروں کا تھا جنہیں ایمان نصیب ہو جاتا تھا ان کا عالم یہ تھا کہ وہ رات دن کسی نئے حکم کے انتظار میں رہتے۔ کہ دیکھیں کہ اب کی بار حضورﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ کریم کی طرف سے کیا نیا حکم نازل ہوتا ہے؟ اب جو نئی وحی الٰہی آتی ہے وہ کیا ہے؟ اب انہیں یہ تمنا ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔ ہمیں حضور کی اتباع کا اللہ کی اطاعت کا، کفر اور ایمان کا فلسفہ یہ ہے کہ اگر ارشادات نبویؐ پر عمل کرنے کو جی نہ چاہے اور وہ بڑے مشکل لگیں اور رُوکھے نظر آئیں تو یہ دلیل تعلق کی نہیں ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ نبی برحق ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ قرآن برحق ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جو فرمایا جا رہا ہے یہ برحق ہے۔ اور پھر عمل کرنے کو اس کا جی نہ چاہے اور اتنا مشکل ہے اس کے لئے جیسے پھانسی لگنا پڑ رہا ہے۔ اب روزمرہ کی زندگی میں دیکھ لو۔ اپنے کاروبار میں ہمیں دوسروں پر فتوے لگانے کا بڑا شوق ہوتا ہے لیکن حق یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے کہ میں دن بھر میں کتنی اطاعت کرتا ہوں۔ کتنی نافرمانیاں کرتا ہوں۔ مجھے صبح اٹھنا پڑے تو کتنا دشوار نظر آتا ہے جبکہ ارشاد ہو رہا ہوتا ہے۔ الصلوۃ خیر من النوم اعلان ہو رہا ہوتا ہے کہ نیند سے اللہ کی عبادت کروڑوں درجہ بہتر ہے۔ ہم کیوں نہیں اٹھ جاتے؟ مجھے کتنا مشکل لگتا ہے کہ میں وضو کر کے بارگاہ الوہیت

میں جاؤں جبکہ کسی دنیادار کو جاننے کیلئے تو میں کپڑے بھی تبدیل کرتا ہوں۔ ہاتھ منہ بھی دھوتا ہوں۔ جوتے بھی پالش کرتا ہوں۔ پوری تیاری کر کے جاتا ہوں اور نماز کے مسائل میں یہ بات موجود ہے کہ جس لباس میں آپ دنیا کے کسی آدمی سے ملنا پسند نہیں کرتے اس لباس میں آپ کی نماز نہیں ہوتی۔ یہ یاد رکھ لیجئے۔ یہ مسائل کوئی نہیں بتاتا یہ کبھی زیر بحث نہیں آتے لیکن کوئی ایسا لباس آپ نے پہنا ہوا ہو کہ وہ لباس پہن کر آپ کسی سے مل نہ سکتے ہوں' باہر جانے سے گھبراتے ہو اور باہر نہ نکلتے ہو' اس لباس میں نماز نہیں ہوتی۔ میرے اکثر دوست جو جیب سے چھوٹا سا رومال نکال کر الٹا سر پر باندھ لیتے ہیں اگر وہ رومال نہ باندھیں ننگے سر نماز پڑھ لیں تو وہ اس رومال باندھنے سے بہتر ہے اس لئے کہ کوئی بھی بندہ اس طرح کا رومال باندھ کر کسی عدالت میں نہیں جاتا۔ کسی کورٹ میں نہیں جاتا۔ کسی افسر کے سامنے نہیں جاتا۔ کسی کو ملنے نہیں جاتا پھر اللہ کی بارگاہ میں کیوں جاتا ہے؟ مرد کیلئے سر ڈھانپنا فرض نہیں ہے عورت کیلئے فرض ہے' مرد کیلئے فرض نہیں ہے اگر اس کے پاس پگڑی نہیں ہے ٹوپی نہیں ہے تو ننگے سر نماز پڑھ لے، ادا ہو جاتی ہے لیکن جو ٹوٹی ہوئی ٹوپیاں مساجد میں پڑی ہوتی ہیں انہیں پہن کر آپ کسی سے ملتے ہیں۔ ہماری مسجد میں بھی کئی بوریاں ساتھیوں نے رکھوائی تھیں۔ میں نے ساری اٹھوا کر تنور میں پھینکوا دیں کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ ننگے سر پڑھے' یہ سیاہ ہو جانے والی اور ٹوٹی پھوٹی ٹوپیاں پہن کر آپ اگر کسی عام آدمی سے ملنا پسند نہیں کرتے تو اللہ کے حضور میں یہ ٹوپی کیا کرے گی؟ اور اگر آپ خوش لباس ہو کر لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں تو اللہ کے حضور بھی خوش لباس ہونا چاہئے۔ جس طرح کی آپ کی روزمرہ کی زندگی ہے جس میں بے تکلف ہر ایک سے مل سکیں۔

میں ایک دفعہ نور پور تھل چلا رہا تھا۔

اللہ کو ہماری تعریف کا انتظار نہیں ہے کہ ہم تعریف کریں گے تو اُس کی تعریف ہوگی ساری کائنات اُس کی تعریف کرتی ہے اور کوئی بھی نہ کرے تو اُس کی تعریف اپنی جگہ قائم ہے۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کا زمانہ تھا۔ یہاں الیکشن پہ کچھ گاؤں میں جھگڑا ہو گیا اور ہمارا ایک عزیز میرے پاس آیا کہ جی اُن کے فوجیوں کا کوئی پتہ نہیں۔ ایم ایل او مارشل لاء آرڈر نمبر ١٦ اُس وقت ہوا کرتا تھا وہ بڑا آنکلیف دہ ہوا کرتا تھا۔ یہ سزا ہوتی تھی تو اُن پر اُس میں پرچہ ہو گیا تو وہ غلطی ہو گئی وہ آپس میں صلح بھی کرتے ہیں لیکن وہ انہیں چھوڑتے نہیں' ان کی سفارش کر دو۔ اب میں ٹریکٹر پہ بیٹھا ہوا تھا کپڑے میرے گرد سے اٹے ہوئے تھے' جوتے میرے مٹی میں اٹے ہوئے تھے' منہ سر بھرا ہوا تھا' میں نے کہا۔ چلو چلتے ہیں۔ پنڈی چلتے ہیں جیپ کھڑی تھی میں نے اُس بندے کو ساتھ بٹھا لیا جیپ لے لی۔ تو وہ بڑا حیران ہوا مجھے کہتا۔ عجیب آدمی ہو نہ ہاتھ دھویا' نہ منہ دھویا' نہ کپڑے تبدیل کئے' میں نے کہا ابھی ابھی اس لباس میں میں نے ظہر ادا کی ہے۔ جس لباس میں نماز ادا ہو سکتی ہے اُس میں ضیاء الحق سے بھی ملا جا سکتا ہے۔ الحمدللہ اُس کا کام ہو گیا بہر حال میں ضیاء الحق کے دفتر تک اُس لباس میں' اُسی حالت میں' اس لئے گیا کہ میں نے اُسی حالت میں نماز ادا کی تھی۔ میں لباس تبدیل کر سکتا تھا۔ دو میل پہ گھر تھا واپس آتا' غسل کر لیتا' کپڑے بدل لیتا' لیکن پھر میری نماز تو نہ ہوتی اگر اُس میں اللہ کے حضور کھڑا ہو سکتا ہوں تو باقی دنیا میں کون ہے جس کے سامنے میں نہیں جا سکتا۔ تو نماز کے مسائل میں یہ بھی یاد رکھیے کہ جس لباس میں لوگوں سے ملنا آپ کو پسند نہیں' اُس لباس میں آپ کی نماز نہیں ہوتی۔ پھٹے ہوئے لباس میں ہو جائے گی' میلے میں ہو جائے گی' سستے میں ہو جائے گی' اگر آپ روزمرہ زندگی میں سب کے سامنے وہی استعمال کرتے ہیں لیکن جس لباس میں لوگوں کے سامنے نہیں جایا جاتا اُس لباس میں حضور بارگاہ الٰہی کیسے ہوگا؟ اور یہ جاننے اور ماننے کے بعد کہ اللہ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سچا ہے۔ اللہ کا کلام برحق ہے۔ اللہ حق ہے دین حق ہے۔ پھر وہ دین مشکل لگے پھر اس پہ ہمیں سوچنا پڑے گا کہ میرا دعویٰ ایمان سچ ہے بھی کہ نہیں۔

میدان حشر میں جب ایمان کی جانچ ہوگی تو میرے اس ایمان کو ایمان مانا بھی جائے گا یا

نہیں اور خدانخواستہ اگر وہاں سے رَدّ کر دیا گیا تو پھر میری زندگی بھر کے دعوے کہاں جائیں گے؟

حضرات گرامی! دو باتیں ہیں ایک بات ہے کہ جو کہنے والا کہہ رہا ہے۔ وہ بات سچی ہے ایک بات اور ہے کہ کہنے والے کی ہستی یا حیثیت کیا ہے؟ اگر تو بات بات تک ہی رہے۔ پھر سچی بھی ماننے کو دل نہیں کرتا اگر بات اِسی بات تک رہے کہ اِس بندے نے جو بات کہی ہے وہ سچ ہے۔ بندے کی ذات سے رشتہ نہ ہے تو وہ سچ ماننے کو دل نہیں کرتا۔ بندہ یہ کہتا ہے کہ سچ ہے لیکن یار میرے کام کا نہیں' آپ اپنا سچ اپنے پاس رکھو۔ ماننا تب ہے۔ جب کہنے والے سے بھی اُس کا تعلق بن جائے۔ ہمارا ایک تصور' ایک طریقہ ایمان کا ایک یقین کا حصہ یہ ہے کہ ہم اپنے لئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں' یہ ہمارا ایمان ہے' ہم اپنے لئے حضور ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ جب تک اپنے لیے رہتی ہے کبھی ہوتی ہے' کبھی نہیں ہوتی۔ اپنے لئے جو کرنی ہے' کبھی ہوگی کبھی نہ ہوئی اور اگر اللہ محمد رسول ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے آپ ﷺ کے جمالِ جہاں آرا سے' آپ ﷺ کے حُسنِ دو عالم سے آشنائی دے دے اور بندہ اِس لئے کرے کہ میری تو ذات کو چھوڑو۔ اللہ پاک رحم فرمائے گا۔ جو ہوگا میں نے اس لئے کرنا ہے کہ میرا محبوب مجھ سے راضی رہے۔ کام تب ہوتا ہے۔ دین پر عمل تب ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے اور یہ حق ہے کہ ہم اللہ کی عبادت اپنے لئے کرتے ہیں۔ اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ فرماتے ہیں۔

خدا در انتظار حمد مانیست
محمد چشم بر راہِ ثنا نیست

کہ اللہ کو ہماری تعریف کا انتظار نہیں ہے کہ ہم تعریف کریں گے تو اُس کی تعریف ہوگی۔ ساری کائنات اُس کی تعریف کرتی ہے اور کوئی بھی نہ کرے تو اُس کی تعریف اپنی جگہ قائم ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

کبھی اس لئے حرام کھانا چھوڑ دو کہ مجھے اس زبان سے درود پڑھنا ہے اس منہ کو میں حرام سے آلودہ کیوں کروں۔

محمد چشم بر راہِ ثنا نیست

اور نہ اللہ کا رسول ﷺ انتظار میں ہے کہ ہم اُس کا صلوۃ والسلام سے، درود سے' پیار سے ذکر کریں۔ اِس کی ضرورت اُنہیں نہیں ہے کیوں نہیں ہے، بھائی وہ فرماتے ہیں۔

محمد حامد حمد خدا بس

جو تعریف محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کی کرتے ہیں ساری کائنات اُس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکتی اکیلے محمد ﷺ کی تعریف کے لئے کافی ہیں۔

محمد حامد حمد خدا بس
خدا خود مدح خوان مصطفےٰ بس

اور حضور ﷺ کی تعریف جب رب نے کر دی کوئی کرے نہ کرے۔ کیا فرق پڑتا ہے؟

محمد حامد حمد خدا بس
خدا خود مدح خوان مصطفےٰ بس
مناجات اگر باید بیان کرد
بیت ہم قناعت مے تواں کرد

اگر کوئی دعا مانگنا بھی ہو۔ فرماتے ہیں میرا یہ ایک شعر ساری دعاؤں کے لئے کافی ہے۔ جو میں شعر کہہ رہا ہوں اس سے اگلا شعر ساری دعاؤں کا جامع ہے اگر دعا مانگنا چاہو تو صرف یہ مانگا کرو۔

محمد از تو مے خواہم خدارا

دعا مانگو اے اللہ کے رسول ﷺ میں تجھ سے اللہ کو مانگتا ہوں۔

محمد از تو مے خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفے را

دعا ہی مانگنا ہے تو حضورؐ کے دروازے پہ جاؤ تو کہو کہ مجھے اللہ عطا کر اور اللہ کے دروازے پہ جاؤ تو کہو مجھے مصطفےٰ ﷺ کا عشق عطا کر۔

محمد از تو مے خواہم خدارا
خُدا یا از تو عشق مصطفےٰ را
دگر لب وامکن مظہر فضول است
سخن از حاجت افزوں تر فضول است

تو فرماتے ہیں اِس کے علاوہ دنیا کی ہر بات فضول ہے اور بات کرنا وقت کا ضیاع ہے۔ زبان مت کھولو، کھولنی ہے تو درِ مصطفےٰ ﷺ سے اللہ ملتا ہے اور بارگاہِ الوہیت سے عشقِ مصطفےٰ ملتا ہے۔

تو میرے بھائی دین پر عمل تب آسان

ہوتا ہے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رشتہ الفت استوار رہو۔ بات کا تھوڑا سا رخ بدلتا ہے۔ کہ ہمیں ساری عمر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اپنے لئے عبادت کرتے ہو یہ نہیں بتاتے یار کہ اس لئے بھی کبھی کرلو کہ تمہارا آقا ﷺ تمہیں سربسجود دیکھ کر کتنا خوش ہوگا۔ کبھی اس لئے حرام کھانا چھوڑ دو کہ مجھے اس زبان سے درود پڑھنا ہے اس منہ کو میں حرام سے آلودہ کیوں کروں۔ ایک ہی بات پہ ہم حرام چھوڑ دیتے ہیں۔ میں حرام نہیں کھاتا' حرام جو کھائے گا جہنم میں جائے گا۔ جہنم بھی چھوڑو۔ میں اس لئے نہیں کھاتا کہ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا ہے۔ تو وہ جہنم سے تو خود بچ گیا۔ حرام کھانے سے تو خود بچ گیا۔ جب حرام نہ کھایا تو اُس کے مفادات تو اُسے مل گئے لیکن یہ جو ایک نیا درد اُسے آ گیا۔ یہ تو بہت قیمتی ہے اور بہت انوکھی بات ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ ہم رکاب تھے ایک شخص مکان بنا رہا تھا اور اُس نے ایک کھڑکی رکھی۔ آپ ﷺ نے پوچھ لیا۔ بھئی یہ گلی کی طرف کھڑکی کیسی؟ مکان تو بنا رہے ہو۔ تمہارا اپنا ہے لیکن گلی تو عوام الناس کی گزرگاہ ہے تو گلی کی طرف تمہیں کھڑکی کا کیا حق ہے؟ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس لئے رکھ دی۔ ہوا آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بند کرو۔ حکماً بند کروا دی۔ واپس تشریف لے آئے۔ مسجد میں جلوہ افروز تھے تو فرمانے لگے کاش یہ شخص کہتا کہ میں نے اس لئے رکھی ہے کہ مجھے اذان کی آواز سنائی دیتی رہے۔ تو میں اس کی کھڑکی بھی قائم رکھتا اور ہوا مفت میں اُسے ملتی رہتی۔ لیکن ہوا کے لئے رکھنے کا اسے کیا حق ہے؟ گلی سے تو ہر اچھے بھلے' نیک بد نے گزرنا ہے تو یہ کھڑکی اِس طرف کیوں رکھی؟ اپنا گھر محفوظ رکھنا چاہتا ہے لوگوں کو دیکھتا ہے لیکن اگر یہ کہتا کہ میرے گھر کی پشت مسجد کی طرف ہے میں نے اِدھر کھڑکی رکھی ہے کہ اذان

زندگی آسانیوں کا نام نہیں ہے اور آسانی میں جو وقت گزرتا ہے وہ زندگی نہیں ہے۔ زندگی وہی ہے جو مقابلے میں کٹتی ہے۔ زندگی اُس کی ہے جو مقابلہ کر رہا ہے۔ نفس کا مقابلہ کرتا ہے' شیطان کا مقابلہ کرتا ہے' حالات کا مقابلہ کرتا ہے

ہوگی تو مجھے سنائی دے گی۔ تو میں اس پر خوش بھی ہوتا۔ کھڑکی رکھنے کی اجازت بھی دیتا۔ اسے ثواب بھی ملتا اور ہوا تو از خود آتی رہتی۔

اِس لئے جب ہم عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ میں اپنے لئے کر رہا ہوں وہ اور بات ہے۔ اگر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ میرا محبوبؐ مجھ سے خفا نہ ہو۔ میں اس لئے کر رہا ہوں تو عبادت کا ثواب تو از خود مل جاتا ہے لیکن یہ بات کچھ اور ہو جاتی ہے۔ پھر وضو کرنا مشکل نہیں لگتا۔ پھر راتوں کو اٹھنا مشکل نہیں لگتا۔ پھر حرام نہ کھانا مشکل نہیں لگتا۔ پھر سچ بولنا مشکل نہیں لگتا۔ پھر اللہ کی اطاعت کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ پھر کاروبار دکان چھوڑ کر نماز کے لئے جانا مشکل نہیں لگتا اور جب اپنے لئے ہوتا ہے تو بندہ کہتا ہے یہ بھی تو اپنے لئے کر رہا ہوں۔ میں جو دکان پہ سودا تول رہا ہوں ابھی گاہکوں کو بھگتا لوں گا۔ پھر اپنے لئے کرنا ہے پھر کرلوں گا۔ نماز تاخیر سے پڑھ لوں گا۔ دیر سے پڑھ لوں گا اپنے لئے کرنے میں اور بات ہے اور کسی کے لئے کرنے میں اور بات ہے۔ اَجر بدل جاتا ہے' نتیجہ بدل جاتا ہے' کام وہی ہے سوچ کا' اندازِ فکر کا' تعلق کا' رشتے کا فرق ہے اور یہی بات یہاں کفار کے حق میں اللہ کریم نے بتائی۔

یُجَادِلُونَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ، میرے حبیب ﷺ تیرے ساتھ حق میں جھگڑے کرتے ہیں اور اُس کے بعد کرتے ہیں جب انہیں بھی پتہ ہے کہ جو تُو کہہ رہا ہے حق ہے۔ یعنی بات کو مانتے ہیں تیرے ساتھ ان کے تعلقات بن نہیں رہے۔ اِس لئے جھگڑا کر رہے ہیں اور انہیں اتنا مشکل لگتا ہے آپ ﷺ کی بات کو ماننا۔

کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ ○ جیسے دیکھ رہے ہوں کوئی انہیں موت کے کنویں میں پھینکنے لگا ہے۔ اب ہم اپنے آپ کو دیکھیں۔ حساب ہم نے اپنا دینا ہے دوسروں کا نہیں' ہم فکر دوسروں کی کرتے ہیں۔ کیا ہم اِس درد سے کبھی کوئی سجدہ کرتے ہیں کہ میرا محبوب راضی ہوگا کہ میری اطاعت کر رہا ہے۔ جب حبیب کبریا ﷺ راضی ہوگا تو اللہ راضی ہوگا۔ اِس ارادے سے کبھی ہم نے

ہاتھ باندھے ہیں۔ کبھی اس ارادے سے قیام کیا ہے؟ کبھی کوئی لقمہ حرام چھوڑا ہے کہ یہ کھانے سے کوئی بدمزگی آئے گی اور یہ تو حرام ہے۔ یہ مشکوک ہے اور یہ کھا کر میں کیسے درود پڑھوں گا۔ جب تک یہ بات نہ بنے تب تک عبادت کی توفیق ارزاں نہیں ہوتی۔ حال یہی رہتا ہے بندہ کبھی کر لیتا ہے کبھی نہیں کرتا۔ اپنا کام ہے اپنے لئے جو کرنا ہے کبھی کر لیا کبھی نہ کیا۔ جب اُن کے لئے کرنا ہو تو پھر نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا احباب مجھے لکھتے ہیں کہ میرے لئے دعا کریں۔ میں نماز کا پابند ہو جاؤں۔ میری دعا سے نہیں ہوگا۔ عشق مصطفےٰ ﷺ سے ہوگا۔ میں بھی دعا کرتا ہوں اور یہ کرتا ہوں کہ اللہ اسے بھی درد آشنا کر دے۔ نمازوں کے لئے نہیں کرتا۔ نمازیں وہ خود پڑھتا رہتا ہے جب اُسے ایک ذرہ' ایک قطرہ' درد کامل جائے وہ سجدے سے خود نہیں اٹھتا اُسے خود مزے آنے لگتے ہیں۔ لیکن میرے بھائی ایمان اس چیز کا نام ہے ہم بھی عجیب لوگ ہیں ہم ساری زندگی آسانیاں تلاش کرتے ہیں۔ بھلا آسانیوں میں کوئی شے ہے۔ ایک کاشتکار کو دیکھ لو اگر وہ آسانیاں تلاش کرے۔ اِس دھوپ میں ہل نہ جوتے' اِس دھوپ میں فصل کو پانی نہ دے' اُس کی رکھوالی نہ کرے' تپتی ہوئی دھوپ میں فصل کاٹے نہیں' تپتی ہوئی دھوپ میں فصل کو صاف نہ کرے تو یہ سارا غلہ اُسے کہاں سے ملے گا؟ یہ پنکھا لگا کر اندر سو جائے اور امید رکھے کہ میرا غلہ ہو جائے کیسے ہو جائے گا؟ زندگی آسانیوں کا نام نہیں ہے اور آسانی میں جو وقت گزرتا ہے وہ زندگی نہیں ہے۔ زندگی وہی ہے جو مقابلے میں کٹتی ہے۔ زندگی اُس کی ہے جو مقابلہ کر رہا ہے۔ نفس کا مقابلہ کرتا ہے' شیطان کا مقابلہ کرتا ہے۔ زمانے کا مقابلہ کرتا ہے لیکن آپ اپنی جگہ پہ قائم ہے۔ اس لئے کہ اُس کے ساتھ اللہ بھی ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ بھی ہے۔ وہ شخص زندہ ہے باقی چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ دفن کرنے میں تاخیر ہو رہی ہے۔ زندگی کسی میں نہیں ہے۔

وَاجسامُهُم قبل القبور قبوره'۔

عرب شاعر کہتا ہے کہ مرنے سے پہلے ان کے جسم روحوں کی قبریں بن چکی ہیں۔ یہ چلتی پھرتی قبریں ہیں۔

تو میرے بھائی ایمان یہ ہے کہ جینا کسی کے لئے سیکھو۔ کسی کیلئے ہوگا تو دکھ تکلیف کا احساس اُس میں مٹ جائے گا۔ اُس میں دولت کی آمد و خرچ، اُس کا احساس بھی مٹ جائے گا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ صوفیا میں بھی بہت بڑا مقام رکھتے ہیں اور تاجروں میں بھی اپنے زمانے میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے اس زمانے میں آپ امپورٹ ایکسپورٹ کرتے تھے' بحری جہازوں سے، بہت مالدار آدمی تھے' ایک دن بیٹھے تھے تو قاصد نے آ کر اطلاع دی کہ ہماراں فلاں جہاز جو مال لے کر فلاں ملک سے آ رہا تھا اُس کی اطلاع آئی ہے کہ وہ سمندر میں ڈوب گیا ہے اور بندوں کے بارے بھی ابھی کوئی پتہ نہیں چلا کہ وہ بچے ہیں یا ڈوب گئے ہیں۔ آپ ؒ نے تھوڑی دیر خاموشی فرمائی اور فرمایا الحمدللہ۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ دوسرا قاصد آ گیا۔ جی نہیں، وہ ڈوبنے والا جہاز کسی اور کمپنی کا تھا ہمارا الحمدللہ سلامت ہے اور کل شام تک پہنچ جائے گا۔ یہ غلطی لگی تھی پتہ چل گیا آپ ؒ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور فرمایا الحمدللہ۔ کسی خادم نے بعد میں پوچھا کہ حضور جہاز کے ڈوبنے کی خبر آئی آپ ؒ نے فرمایا الحمدللہ جہاز کے تیرنے کی خبر آئی تو آپ ؒ نے فرمایا الحمدللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ ؒ فرماتے ہیں ڈوب گیا یا تیر گیا۔ فرمایا میں نے جہاز پر تو نہیں کہا تھا۔ پھر آپ ؒ نے کیسے کہا؟ فرمایا جب ڈوبنے کی خبر آئی۔ تو میں نے دل کو دیکھا کہ کہیں یہ جہاز کے ساتھ ڈوب رہا ہے۔ یا اللہ کی یاد میں لگا ہوا ہے۔ تو میرے دل کو جہاز کے ڈوبنے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ تو میں نے کہا الحمدللہ شکر اللہ میرا دل تو سلامت ہے اور جب جہاز کے بچ جانے کی خبر آئی تو میں نے اپنے دل پہ پھر خیال کیا کہ یہ اللہ اللہ میں لگا ہوا ہے یا یہ جہاز کی خوشی میں ناچ رہا ہے' جھوم رہا ہے' تو میرا دل میرے مالک کے ساتھ تھا تو میں نے کہا الحمدللہ۔ یہ فرق ہوتا ہے مومن اور خاص کے ایمان میں اور رسمی ایمان میں۔ رسمی ایمان اپنے لئے ہوتا ہے اور دوسرا ایمان اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے لئے ہوتا ہے۔

تو جب تک بات اس طرح نہ پلٹے بات کا

مزانہیں آتا۔ ابھی دفتر میں بیٹھے تھے تو یہی بحث چل رہی تھی۔ اسی پر آج بیان بھی ہو گیا اور اللہ کی شان آیت کریم بھی نکل آئی تو دفتر سے اُٹھ کر میں اندر گیا نماز کی تیاری کے لئے یہ چند مصرعے ذہن میں گونجنے لگے تو میں نے لکھ دیے۔

دل یہ چاہتا ہے کہ میں اُنؐ سے محبت کرلوں
جی کے بہت دیکھ لیا اب اُنؐ کی خاطر مرلوں
شہر میں قلت تو مکانوں کی نہیں ہے لیکن
میری مجبوری کہ میں اُس کی گلی میں گھر لوں
نام سے اُس کے اگر چوٹ لگے تو کیا ہے
سنگ برسائے اگر دنیا تو اپنے سر لوں

زندگی آسانیوں کا نام نہیں ہے زندگی مقابلے کا نام ہے۔

نام سے اُس کے اگر چوٹ لگے تو کیا ہے
سنگ برسائے اگر دنیا تو اپنے سَر لوں

زندگی سکون کا نام نہیں، زندگی تو حرکت کا نام ہے۔ جہاں ٹھہراؤ آ گیا ختم ہو گئی۔

زندگی آرام کا نام رکھا ہے کس نے
دامن صد چاک میں دنیا کے غموں کو بھرلوں

بس چلنے کی بات ہے آپ آسانیاں ڈھونڈتے ہو ہم دُکھ تلاش کرتے ہیں کہ کسی کا دُکھ تو کم ہو جائے کسی کا غم سمیٹ لیں۔

زندگی آرام کا نام رکھا ہے کس نے
دامن صد چاک میں دنیا کے غموں کو بھرلوں
ہر بار وہ بخشا کرے مجھ کو حیات
ہر بار میں اِک نظر پہ صد جان نچھاور کر دوں
دل یہ چاہتا ہے کہ میں اُنؐ سے محبت کرلوں
جی کے بہت دیکھ لیا اب اُن کی خاطر مَر لوں

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

ایک میگزین

جو زندگیاں بدل دے

ماہنامہ "المرشد" کا مطالعہ کیجئے۔

ممبر شپ سالانہ	-/250روپے
قیمت فی شمارہ	-/ 25روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینجر
ماہنامہ المرشد 17-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور 042-5182727

عروج وزوال

کہاں ہے فرعون؟ قرآن حکیم نے کہا تھا کہ ہم تیرے بدن کو سمندر سے نکال باہر پھینکیں گے اور لوگوں کے لئے عبرت کا سامان بنا دیں گے اور حرف بحرف سچ ثابت ہوا اور اسکی لاش آج بھی قاہرہ کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ بقاء صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ نمرود نے کہا میں خدا ہوں' شداد نے کہا میں رب العالمین ہوں کہاں گئے؟ آج کا ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارے لئے بقاء ہے اور کسی کیلئے نہیں' حال سے حاصل ہوتی ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 18-4-2003

بسم اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ○

کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

دنیائے فانی میں قدرت کاملہ کا ایک قانون جاری وساری ہے اور ارشاد باری ہے کہ ہر چیز کو ہلاک ہونا ہے۔ ہر چیز اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ہر شے منطقی طور پر اصولی طور پر اپنے خاتمے کی طرف جارہی ہے۔ اگر بقاء ہے کچھ باقی رہنا ہے تو "وَجْھَہٗ" وہ اسکی ذات بالاصفات ہے۔ جو ازلی وابدی ہے۔ جسکی شان میں کمی نہ ہوگی۔ جسکی قوت وعلم میں کمی نہ ہوگی۔ جسکی طاقت میں کمی نہ ہوگی۔ جسے کسی طرح کا کوئی زوال نہیں ہے۔ وہ صرف اللہ کی ذات ہے باقی دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جسکے لئے بقاء ہو۔ ہمارے اردگرد پھیلے ہوئے بے شمار قلعے اور مقام ہمیں یاد دلاتے ہیں بڑے بڑے عظیم شہنشاہوں کے بڑے بڑے عظیم سلاطین کی بڑی بڑی جابر ظالم جنگجو قوموں کی، لیکن آج ان کے قلعوں پر، ان کے مقام پر کوئی نوحہ کرنے والا بھی نہیں۔ کوئی رونے والا بھی نہیں۔ بلکہ بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کے آثار بھی نہیں ملتے اور جن شہنشاہوں کی قبور ملتی ہیں کبھی پورے برصغیر پر کوئی پرندہ اُن کی اجازت کے بغیر پر نہیں مار سکتا تھا۔ آج ان کی قبروں پر بیٹھ کر لوگ کوکا کولا پی رہے ہیں اور ان کے مزار سیر گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک عام آدمی مزار کی سیر کرنے جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی ہر طاقت، دنیا کی ہر قوت، دنیا کا ہر حکمران، دنیا کی ہر قوم اور دنیا کا ہر فرد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ والدین بڑے خوش ہوتے ہیں اسکی سالگرہ مناتے ہیں۔ ہم اس بات کی خوشی کرتے رہتے ہیں کہ ایک سال اور بڑا ہو گیا ہے۔ اور یہ بات ہمارے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ موت ایک سال اور قریب ہو گئی۔ فنا ایک سال اور قریب ہو گئی ہے۔ اپنے منطقی انجام کی طرف سفر شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی زیادہ دیر رہ جائے اسکا اپنا ایک اصول ہے۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنْقِصُ فِی الْخَلْقِ۔

جسکی عمر ہم طویل کر دیتے ہیں اسکی تخلیق میں ہم کمزوریاں پیدا فرما دیتے ہیں۔ وجود میں کمزوریاں آجاتی ہیں۔ انسان ہے اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہے۔ کسی وقت پہلوان تھا، زور آور تھا، اب اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہے۔ نظر کچھ نہیں آتا۔ دیواریں پکڑتا پھرتا ہے۔ اسی طرح قوموں پہ بھی ضعف آجاتا ہے۔ زیادہ دیر جب وہ قوت واقتدار میں رہتی ہیں تو ان پر بھی ضعف اور جمود طاری ہو جاتا ہے اور بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے۔ اُن کی کمریں بھی دہری ہو جاتی ہیں۔ پھر اور کوئی ان سے اقتدار چھین لیتا ہے۔ آپ اپنے اردگرد نباتات کو دیکھیے، جمادات کو دیکھیے، پہاڑوں کو دیکھیں، سدا ایک بلندی نہیں رہتی۔ ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی ہے۔ کہیں نئی پہاڑی بن جاتی ہے۔ کہیں پرانی مفقود ہو جاتی ہے۔ کہیں نئے دریا جاری ہو جاتے ہیں۔ کہیں پرانے سوکھ جاتے ہیں۔ کتنے دریا تھے جنہیں عبور کرنا ممکن نہیں تھا آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ان سے پیدل گزر رہے ہیں۔ وَمَنْ نعمرہ ننقص فی الخلق جسے ہم عمر طویل دیتے ہیں اُس کے وجود میں، اسکی تخلیق میں، کمزوریاں پیدا کر دیتے ہیں تاکہ یہ پتہ چلے کہ ہمیشگی صرف اس ذات کے لئے ہے۔ باقی ہر چیز فانی ہے اور ہر چیز اپنی فنا کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس میں روئے زمین پر ایک فلسفہ ایسا ہے جس میں فنا نہیں ہے اور وہ

فلسفہ ہے معیت باری کا' اللہ کی ذات کو فنا نہیں' جو فرد' جو قوم' اپنے آپ کو' اسکی ذات میں' اس کے احکام میں' اس کے دین میں' فناء کر لے اس کے لئے فنا نہیں' اس لئے نہیں کہ اُس فرد میں کوئی خصوصیت ہے اس لئے کہ اس کی ذات اور اس کی صفات فناء سے بالاتر ہیں۔ جو اس سے واصل ہوا جس نے اسکی اطاعت گزاری اختیار کر لی۔ جس نے اسکی بتائی ہوئی حدود کو اپنا لیا اور جسکے دل میں اسکی بتائی ہوئی تجلیات موجزن ہو گئیں۔ فرمایا اگر وہ قتل بھی ہو جائے تو اسے مردہ نہ کہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر وہ مر بھی جائے۔ فرمایا قتل ہو جائے موت آتی ہے تو کم از کم وجود تو سالم ہوتا ہے اور جب کوئی قتل ہوتا ہے تو اس کے وجود کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ قتل کا فعل تو بدن پہ صادر ہوتا ہے۔ کسی کا سر کٹ گیا کسی کا سینہ پھٹ گیا' کسی کے ٹکڑے اڑ گئے۔ آج کل جو ہتھیار ہیں اور جو بم برس رہے ہیں وہ تو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں' جلا دیتے ہیں' خاک کو بھی جلا دیتے ہیں' فرمایا کچھ بھی ہو جائے۔ وَلَا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاo

یہ گمان کرنا بھی منع ہے کہ یہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوا مر گیا۔ بل احیاء عند ربھم یرزقون. اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں' کھاتے پیتے ہیں' جس طرح تمہیں روزی دی جاتی ہے۔ اس طرح ان کو بھی رزق دیا جاتا ہے۔ حیات نہیں بدلتی۔ ان کا عالم بدل گیا۔ اس دنیا میں تھے اگلی دنیا میں چلے گئے۔ لیکن زندگی ویسی ہی باقی ہے موت نہیں آ سکتی۔ فنا ان کے لئے نہیں ہے۔ جو اللہ میں فنا ہو گئے۔ بے شمار طاقتوں کا دنیا میں چرچا رہا' فرعون نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الاعلیٰ. اگر کوئی اور رب ہے بھی سہی تو میں سب سے بڑا رب ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اور کوئی رب ہے ہی نہیں' میں ہی ہوں۔ جیسے فرعون کہتا ہے اگر کوئی اور ہے ہی تو مجھ سے چھوٹا ہوگا۔ میں سب سے بڑا رب ہوں۔ کہاں ہے

> **جسکی طاقت میں کمی نہ ہوگی۔ جسے کسی طرح کا کوئی زوال نہیں ہے۔ وہ صرف اللہ کی ذات ہے باقی دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جس کے لئے بقاء ہو۔**

فرعون؟ آج تو مصر کے عجائب گھر میں دنیا کے لئے تماشہ بنا ہوا ہے' عبرت کا سامان بنا ہوا ہے اور قرآن حکیم نے کہا تھا کہ ہم تیرے بدن کو سمندر سے نکال باہر پھینکیں گے اور لوگوں کے لئے عبرت کا سامان بنا دیں گے اور حرف بحرف سچ ثابت ہوا اسکی لاش آج بھی قاہرہ کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ بقاء صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ نمرود نے کہا میں خدا ہوں۔ شدّاد نے کہا میں رب العالمین ہوں۔ کہاں گئے؟ اسی طرح عاد و ثمود بڑے بڑے کڑیل جواں' بڑی بڑی طاقتور قومیں' پہاڑوں کے جگر چاک کر کے انہوں نے اپنے لئے محل بنا لئے اور وہ کھنڈر نوحہ کناں ہیں اور ان کے باسی فناء کے گھاٹ اُتر گئے۔ تاتاریوں کی طاقت وسط ایشیا سے اٹھی اور دنیا کو تاراج کر دیا۔ آج تاتاری کہاں ہیں؟ یہ مغل انہی کی اولاد ہیں جن کے مقام آج سیر گاہیں بنی ہوئی ہیں۔

ہمارا آج کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارے لئے بقاء ہے اور کسی کیلئے نہیں' لیکن کیا یہ صرف کہنے سے کہ میں مسلمان ہوں۔ بقاء حاصل ہو جاتی ہے۔ قال سے نہیں' حال سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ کہنے سے نہیں ہاں کوئی دیکھے تو وہ جانے کہ یہ مسلمان ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کا عالم یہ تھا۔ محققین لکھتے ہیں کہ اگر کروڑوں کی بھیڑ میں کوئی ایک صحابی ہوتا تو ہر بندہ کہتا تھا کہ یہ بندہ ہم سے کچھ مختلف ہے۔ یہ کوئی اور بندہ ہے۔ یہ ہم جیسا ہے۔ مسلمان کی عظمت یہ ہے کہ اُس کے سونے جاگنے' کھانے پینے' بول چال' لین دین' خرید و فروخت' نکاح طلاق' اولاد گھر کاروبار یہ سارا پروگرام وہ خود نہیں بناتا اُسے رب العالمین بنا کر دیتا ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک عاجز بندے کیلئے پروردگار عالم وہ بات متعین فرمائے کہ اتنے بجے تمہیں اٹھ جانا ہے۔ اب اس کے منادی ندا دے رہے ہیں۔ الصلوۃ خیر من النوم اٹھ جا بھئی اب تیرے لئے سونا بہتر نہیں' اب تیرے لئے اللہ کی عبادت بہتر ہے۔ تیرا وقت رکوع و سجود کا ہے۔ سونے کا نہیں' حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح دن میں پانچ دفعہ بلاتا ہے اور دن میں پانچ دفعہ

بندے کو اپنی گزارشات پیش کرنے کی اجازت دی ہے کہ اپنا سارا دکھ' درد' اپنی ساری بیماری' اپنی ساری مصیبتیں' میرے دروازے پہ لے آ۔ میں ہر چیز پہ قادر ہوں میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔ مجھ سے بات کر۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسباب اختیار کرنے سے پہلے اللہ سے دعا کرو۔ دنیا عالم اسباب ہے اسباب اختیار کرنے پڑتے ہیں لیکن پہلے اللہ سے بات کرو۔ یا اللہ! میرا تسمہ ٹوٹ گیا مجھے نیا تسمہ عطا کر۔ پھر اس کی تلاش شروع کرو۔ وہ سبب پیدا فرما دے گا۔ تمہیں مل جائے گا۔ دعا کا یہ مقصد بھی نہیں کہ دعا کر کے بیٹھ جاؤ۔ کرو کچھ نہیں' اور وہ کوئی فرشتہ بھیجے گا۔ جوتے میں تسمہ ڈال جائے گا۔ فرمایا ایسا بھی نہیں ہوگا۔ دعا اللہ سے کرو اور اسکی دنیا میں اپنا رزق تلاش کرنے کیلئے نکلو اور پھر فرمایا فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکر اللہ کثیراO

صلوۃ سے فارغ ہو کر دنیا میں پھیل جاؤ' روزی تلاش کرو۔ اپنی مزدوری کرو' تاجر تجارت کرے' ملازم ملازمت کرے' اپنا اپنا کام کرو' لیکن اللہ کو مت بھولنا' اس کا ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ مسلمان جب تک اللہ کی معیت میں رہے۔ واحد قوم تھی جو روئے زمین پر غالب رہی۔ عجیب قوم تھی' جو چند جھونپڑوں سے' خانہ بدوشوں کے خیموں سے شروع ہوئی چند افراد سے شروع ہوئی اور تھوڑے سے عرصے میں روئے زمین پر پھیل گئی لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک ارشاد اور بھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافر طاقتیں میری امت پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی۔ جس طرح دستر خوان پر پڑے ہوئے کھانے پہ لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول ﷺ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم ہوگی۔ فرمایا نہیں' تعداد زیادہ ہوگی مسلمان کثرت میں ہوں گے۔ فرمایا پھر ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا ایسا اس لئے ہوگا کہ

والدین اس کی سالگرہ مناتے ہیں ہم اس بات کی خوشی کرتے ہیں کہ ایک سال اور بڑا ہو گیا ہے اور یہ بات ہمارے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ موت ایک سال اور قریب ہو گئی۔ فنا ایک سال اور قریب ہو گئی۔

نام کے مسلمان ہوں گے عمل کے نہیں' میری ذات سے' میری اطاعت سے' میری غلامی سے نکل جائیں گے' اللہ کی اطاعت سے نکل جائیں گے اور جب اس حفاظت سے باہر نکلیں گے تو پھر بھوکے بھیڑیوں کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ آج دنیا کی آبادی چھ ارب کے لگ بھگ ہے جس میں دو ارب کے لگ بھگ مسلمان ہیں اور چار ارب میں دنیا کی ایک سو بائیس اقوام ہیں یعنی سب سے زیادہ اگر ایک قوم دنیا پر ہے تو وہ مسلمان ہے۔ دنیا کا ہر تیسرا بندہ مسلمان ہے اور باقی جو چار ارب بچتے ہیں ان میں ایک سو بائیس اقوام ہیں لیکن دیکھ لو آج مسلمان لقمہ تر بنے ہوئے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ بھیڑیوں ہی کی پناہ میں جانا چاہتے ہیں بھیڑیئے درندے ہی انہیں چیر پھاڑ رہے ہیں اور یہ درندوں کی پناہ ہی میں جانا چاہتے ہیں۔ اللہ کی پناہ میں جانے کے لئے ابھی تک تیار نہیں ہیں۔ بدنصیبی کی حد یہ ہے کہ جہاں حفاظت ہے' جہاں عزت ہے' جہاں عظمت ہے' جہاں بقاء ہے' جہاں حیات ہے' جہاں سب کچھ ہے' وہاں نہیں جانا چاہتے۔ اپنا حال دیکھ لیجئے ہمارے ملک میں الیکشن ہوئے میری ذاتی رائے یہ ہے میں نے اخبار میں بھی کہا ہے اور میں اسے صحیح بھی سمجھتا ہوں کہ جب بھی فوج آئی دس بارہ سال جرنیلوں نے اُسے اپنا چلائے رکھا اس دفعہ پھر فوج آ گئی چلو یہ اچھا ہوا کہ اس نے کم از کم تین سال میں الیکشن تو کرا دیئے۔ کچھ تو ایک راستہ دیا لوگوں کو جی سانس لینے کا' دوسری اچھی بات یہ ہوئی کہ بہت سے علماء' اہل دین' حدیث اور تفسیر کو جاننے والے' فقہ کے ماہرین' اسمبلی میں پہنچے۔ الحمدللہ اب ہونا کیا چاہیے تھا؟ سوال یہ نہیں حکومت کون کر رہا ہے؟ سوال یہ ہے حکومت کیسے کر رہا ہے؟ عام آدمی کو اس کے حقوق مل رہے ہیں۔ انصاف مل رہا ہے۔ بیمار کا علاج ہو رہا ہے۔ غریب کو روزگار مل رہا ہے۔ اب اہل علم کا حق یہ تھا میری رائے میں ہو سکتا ہے میں غلط ہوں لیکن میری رائے میں علماء کا حق یہ تھا کہ وہ اقتدار کی لڑائی لڑنے کی بجائے' غریب کے حقوق کی جنگ لڑتے' جس بندے کو اللہ کریم نے یہ منبر رسول ﷺ عطا کر دیا

اوراس کے بعد اس کے دل میں کسی اور عہدے کی خواہش ہو اس نے منبر رسول ﷺ کی عظمت کو سمجھا ہی نہیں۔ دنیا کی ساری سلطنتیں اس کے قدموں کے نیچے ہیں۔ جسے اس نے یہ توفیق بخشی ہو کہ وہ اس کا کلام بیان کر سکتا ہو' جسے اُس نے یہ توفیق بخشی ہو کہ اسکے نبی کی باتیں دوسروں کو سنا سکتا ہو اُسے اور کسی عہدے کی کوئی ضرورت نہیں' اسکا عہدہ سب سے بڑا ہے۔ وہ بارگاہ نبوی کا خادم ہے۔ اس سے بڑے عہدے کا تصور دنیا میں نہیں ہے۔ حکومت کوئی بھی کرتا ہے لیکن اُسے کہو تم کلمہ پڑھتے ہو' تو تمہاری حکومت بھی مسلمانوں کی طرح ہونی چاہئے اور اگر سارا نہیں ہو سکتا تو جو ہو سکتا ہے وہ تو کرو۔ ایک قانون ہے۔ لا یدرک کُلُّہ' لا یترک کلہ'۔

اگر تم سارا حاصل نہیں کر سکتے تو سارا ضائع بھی تو نہ جانے دو۔ جو ہو سکتا ہے وہ تو حاصل کرو۔ کوئی ایک نظام بنوا دو۔ معیشت کو سود سے پاک کرا دو۔ زکوۃ کا مرکزی نظام بنوا دو اور اسے اس کے مصارف پر خرچ کراؤ۔ تعلیم میں دین کو داخل کراؤ۔ اور ان سے کہو کہ بچے کو یہ بھی تو بتاؤ کہ بحیثیت مسلمان اس کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں اُسے سائنس بھی پڑھاؤ تاریخ بھی پڑھاؤ باقی سارے مضامین حساب جیومیٹری بھی پڑھاؤ لیکن اُسے یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ کون ہے اور اسکی ذمہ داریاں کیا ہیں کوئی ایک کام تو کر جاؤ۔ ہماری بدقسمتی دیکھیے یہ تمام دینی لیڈران کرام بھی مشرف کی وردی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ وردی اتار دو وردی پہن لو' بھئی جو فوجی جب اقتدار میں آتا ہے تو یہ کوئی قانونی بات ہے۔ آئین کے خلاف ہے اب اگر وہ وردی اتار دے تو آئینی ہو جائے گا۔ پھر بھی آئین کے خلاف رہے گا وردی اتارنے سے آئینی نہیں بن سکتا۔ وہ وردی پہنے یا اتارے۔ آپ اس بات کا فائدہ اٹھاؤ کہ اس نے آپ کو اسمبلی میں پہنچنے کا موقع دیا۔ اب وہاں بیٹھ کر کوئی تعمیری کام کرو۔ یار اگلے الیکشن میں اگر لوگوں کو آپ کی ذ ت سے فائدہ ہوگا تو اگلے الیکشن میں مشرف پیٹتا رہے تو اُسے کوئی ووٹ نہیں دے گا۔ وہ آپ کے ساتھ ہوں گے آپ ساری اسمبلی سویپ کر جائیں گے۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ افغانستان تباہ ہو گیا اور اسکی تباہی میں ہم برابر کے شریک تھے۔ عراق کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور وہ تہی دست' تہی دامن' ابھی تک لڑ رہے ہیں۔ یہ بات غلط ہے کہ امریکہ نے فتح کر لیا۔ لڑائی ختم ہو گئی۔ مر رہے ہیں' شہید ہو رہے ہیں۔ لڑ رہے ہیں۔ ابھی تک لڑائی پورے زوروں پر ہے۔ بغداد سے لیکر موصل تک اور ہر گاؤں میں' ہر گلی میں' گولی چل رہی ہے۔ مقابلہ ہو رہا ہے لیکن اُن کے لئے ہم تو دعائے خیر بھی نہیں کر سکتے' ہمیں فرصت ہی نہیں۔ ہمارے پاس تو صدر نے وردی پہنی ہوئی۔ جب صدر چیف آف آرمی سٹاف بنا ہے اس نے وردی پہنی ہوئی ہے۔ پورے ملک کے اقتدار پہ قبضہ کر لیا۔ وردی پہنی ہوئی ہے خود کو صدر بنا لیا۔ وردی پہنی ہوئی ہے۔ وردی کو دفعہ کرو یار کوئی کرنے کا کام تو کر جاؤ۔ یا جس طرح جو حال اسمبلی میں ہو رہا ہے اس کا کوئی اجلاس نہیں ہو رہا اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اسمبلیاں ٹوٹیں گی۔ صدر صاحب بھی وردی سمیت گھر جائیں گے۔ ایک اور جرنیل آ جائے گا وہ نئے سرے سے مارشل لاء لگا دے گا۔ ہم پھر زیرو سے شروع ہو جائیں گے پھر اس کی طرف دیکھتے رہیں گے کہ یہ کب الیکشن کرواتا ہے۔ پانچ سال لیتا ہے' دس لیتا ہے' پندرہ لیتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت اختیارات نہیں دے رہی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ حکومت ان کی بات نہیں سن رہی۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ بھی صرف اقتدار مانگ رہے ہیں اور اس اصول کو اہل علم نے کیوں فراموش کر دیا؟ کہ اقتدار کبھی مانگنے سے نہیں ملتا اقتدار چھینے جاتے ہیں۔ اقتدار خیرات میں نہیں ملتے' اقتدار قوت بازو سے لئے جاتے ہیں آپ غریبوں کے حقوق کی جنگ لڑیں غریب آپکے ساتھ ہو جائیں گے۔ اللہ کی طاقت آپ کے ساتھ ہو جائے گی۔ اقتدار بھی آپ کے قدموں میں آ گرے گا۔ اب تو جنہوں نے ووٹ دیئے وہ بھی پریشان ہیں کہ کوئی بات تو ہو نہیں رہی۔ اب مشرف وردی پہنے تو کیا مشرف وردی اتار دے؟ جس کے بچے رات کو بھوکے سوتے ہیں اُسے کیا تسلی ہوگی؟ کہ آج مشرف نے وردی اتار دی ہے۔ اس لئے بچے سارے بھوکے سو جائیں۔ جو غریب پر ظلم بڑھ رہا ہے' جو زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ جو قتل و غارت گری ہو رہی ہے' اس سے کیا فرق پڑے گا؟ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی چھپن ریاستیں سوچتی رہیں کہ عراق کی تباہی پر کیا ہم یہ کہیں کہ امریکہ زیادتی کر رہا ہے۔ خود ہماری سینٹ میں چھ دن

بحث ہوتی رہی تو پھر انہوں نے کہا یہ کہنا تو اچھی بات نہیں۔ یہ کہو ہمیں عراق پر افسوس ہے۔ اب جو قوم ایک لفظ نہیں کہہ سکتی کہ ظلم کر رہے ہو۔ وہ قوم اور کیا مدد کرے گی؟ قومی سطح پر دیکھیے کہ جو بندہ ظالم کو ظالم کہنے کی جرات نہیں کرتا۔ کیا اللہ اس کے ساتھ ہے؟ بلکہ ہمیں امید کرم ہی امریکہ سے ہے۔ امریکہ ہی ہمیں چیر پھاڑ رہا ہے۔ امریکہ ہی ہمیں تباہ کر رہا ہے اور ہماری امیدیں بھی اُس سے وابستہ ہیں۔ یاد رکھو امریکہ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم میں سے کتنے بدنصیب اور مسلمان ریاستیں جن کو ابھی اس کے ہاتھوں اللہ نے تباہ کروانا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا میں تو کہتا ہوں۔ اللہ کرے اسی پہ بس ہو جائے۔ اُسے مزید قدرت مہلت نہ دے لیکن ڈر یہ ہے کہ ہمارا کردار ایسا ہے کہ شاید ابھی کچھ اور ایسے ممالک ہوں جن پر اس نے قہر الٰہی بن کر ٹوٹنا ہو اور پھر خود غضب الٰہی کا شکار ہونا ہو۔

کل شیءٍ ھالکٌ الا وجھہٗ ہر چیز اپنی تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ سوائے اُسکی ذات ستودہ صفات کے۔ امریکہ بھی اپنی تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایک وقت آئے گا شاید ہم ہوں گے یا نہ ہوں گے لیکن ایک وقت آئے گا۔ جب امریکہ بھی کتابوں میں رہ جائے گا۔ کیونکہ یہ قدرت کا ایک قانون ہے۔ اس کے لئے کسی لمبے چوڑے فلسفے کی ضرورت نہیں ہے۔ کاشتکار ایک دانہ بوتا ہے اس پر ایک پودا بنتا ہے۔ اس پر سینکڑوں کونپلیں نکلتی ہیں۔ سینکڑوں دانے بنتے ہیں پھر آخر سارے اس سے حاصل کر لیتا ہے۔ پھر کھا پی کر مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر وہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح قوموں کے عروج و زوال کی بھی داستان ہیں۔ اسلام دنیا میں آتا رہا۔ دنیا سے مٹتا بھی رہا۔ اللہ کے رسول علیہ السلام کتابیں لائے۔ کتابیں عنقا بھی ہوئیں۔ پھر ایک ایسا وقت آیا جب اللہ نے اُس رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جس کے لئے اُس نے فرمایا کہ اب یہ دین مٹے گا نہیں، کوئی نیا رسول نہیں بھیجوں گا۔ کوئی نیا نبی نہیں بھیجوں گا، کوئی نئی کتاب نہیں بھیجوں گا، بار الٰہی! کتابیں تو لوگ بدل دیتے ہیں۔ فرمایا اس کتاب کو کوئی نہیں بدلے گا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ میں نے اس کو اتارا ہے اسکی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ چودہ صدیاں گواہ ہیں۔ کہ یہودیوں کی بے شمار چال بازیاں ایک زیر، زبر تبدیل نہیں کر سکی۔ ایسا قادر ہے کہ اتنے اتنے بچوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔ وہاں کون جعل سازی کرے۔ کتاب کے اوراق کوئی بدل دے۔ کتاب کو چھاپہ خانوں میں کوئی بدل دے۔ لیکن جو سینوں میں محفوظ کر دیا اور دنیا کی واحد کتاب ہے بچے کو ایک چھوٹی سی کہانی یاد کرائیں پھر دوبارہ سنیں تو وہی الفاظ نہیں سناتا۔ مفہوم وہی سنا دے الفاظ بدل جاتے ہیں۔ قرآن پاک کے تیس پارے یاد کرا دو۔ وہی سنائے گا، صفحات کا محتاج نہیں رکھا۔ کاغذ اور سیاہی کا محتاج نہیں رکھا، اپنے بندوں کے دلوں اور سینوں کو اسکا امین بنا دیا۔ اور روز اول سے لیکر آج تک سینوں میں محفوظ ہوتا چلا جا رہا ہے اور یوم آخر تک قیام قیامت تک ہوتا چلا جائے گا۔ کیسے خوش نصیب ہیں وہ لوگ، کتنے خوش نصیب ہیں وہ دل، کتنے خوش بخت ہیں وہ سینے، جن کو کتاب الٰہی کی حفاظت کے لئے اس نے چن لیا ہے۔ جس طرح قرآن کو بقاء ہے۔ دنیا کا کوئی حیلہ اُسے فنا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مسلمان کے لئے بقاء ہے اُسے موت بھی فنا نہیں کر سکتی لیکن شرط یہ ہے کہ واصل باللہ ہو، فنا فی اللہ ہو، اللہ کی اطاعت کو تو کرے، اللہ کو یاد تو کرے۔

یہ گمان کرنا بھی منع ہے کہ یہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوا مر گیا۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں

احد میں جب اہل مکہ کا دوبارہ پیچھے سے حملہ ہو گیا۔ اور ایک بھگدڑ مچ گئی اپنے پرائے کی تمیز مٹ گئی۔ تو دو صحابی دوست تھے ایک اُن میں سے شہید ہو گیا۔ ایک بچ گیا۔ وہ بچنے والا سناتا ہے کہ میں اس طرف لڑتا جا رہا تھا۔ مجھے میرے دوست نے آواز دی اور کہا اُدھر نہیں جاؤ، اِدھر سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اِدھر آؤ۔ وہ اس طرف بڑھا اور شہید ہو گیا عمرو بن الجموع " مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے اور عمر رسیدہ آدمی تھے۔ غزوہ احد کی باری آئی تو تیار ہو گئے اور ان کے چار جوان بیٹے تھے۔ وہ بھی جا رہے تھے تو ان بیٹوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تو کوئی سودا سلف

لانے والا بھی نہیں' بیبیاں ہیں۔ تو ابا جی کی جگہ ہم چار بھائی جا رہے ہیں۔ ہم چاروں ان کے جگر گوشے ہیں سارا ثواب انہی کو ملے گا۔ آپ ﷺ انہیں فرما دیجئے کہ یہ گھر کی دیکھ بھال اور گھر والوں کو سودا سلف لا دیں۔ ہم چار ان کی جگہ جا رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ یہ چار شہید ہوں گے تو اپنے گھر جنت میں جائیں گے۔ میں تو خود شہادت چاہتا ہوں۔ میں انکی شہادت پر قیامت کو کیوں بھروسہ کروں۔ مجھے تو اپنے گھر جانا ہے۔ آپ نے فرمایا بھئی اِسے مت روکو' کفار بھاگ گئے' نبی کریم ﷺ نے میدان احد میں تین دن قیام رکھا اور شہدا کی لاشیں کچھ وہاں دفن کئے گئے کچھ لوگ مدینہ منورہ واپس لے آئے۔ اُن کے بیٹوں نے بھی ڈھونڈا ان کا والد شہید ہو چکا تھا اور اسکی اجازت چاہی یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے۔ ہم اپنے والد کو مدینہ منورہ لے جائیں۔ فرمایا لے جاؤ اجازت ہے' جو لے جانا چاہتا ہے۔ لے جاؤ' جو نہیں لے جانا چاہتا ان کو یہاں دفن کر دو۔ انہوں نے اونٹ پر میت رکھی اونٹ نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ بڑا زور لگایا' میت اتار لیں ٹھیک ٹھاک۔ میت رکھیں اونٹ نہیں اٹھتا۔ پھر آ کر بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ کوئی تھا۔ جی فلاں شخص اس کا ساتھی تھا۔ اُسے بلاؤ انہیں بلایا گیا۔ فرمایا تمہیں اس کی کوئی بات یاد ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم دونوں نے دعا کی تھی اس نے کہا تھا۔ تم دعا کرو۔ میں آمین کہتا ہوں۔ پھر میں دعا کروں گا تم آمین کہنا۔ میں نے دعا کی کہ یا اللہ مکے کا فلاں بڑا کافر جو ہے وہ میرے ہاتھوں قتل ہو' اس کی زرہ' اس کی تلوار' اس کا خول مجھے غنیمت میں ملے اور میں وہ سینے پہ سجا کر کفار کو دکھایا کروں کہ یہ میرا کارنامہ ہے۔ اس نے آمین کہی۔ پھر اس نے دعا کی اس نے دعا کی یا اللہ! مجھے یہیں اُحد میں شہادت نصیب فرمایا۔ میرا دفن یہیں ہو۔ قیامت کو میں یہیں سے اٹھوں اور یہ جو لنگڑی ٹانگ ہے اسے گھسیٹتا ہوا جنت میں لے جاؤں میں اس لنگڑی ٹانگ کو جنت میں گھسیٹنا چاہتا ہوں۔ میں نے آمین کہی۔ وہ شہید ہو گیا۔ میرے ہاتھوں یا رسول اللہ وہ مکے کا جرنیل مارا گیا۔ دیکھ لیں اس کی زرہ' تلوار' خول' میرے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بھئی یہ مدینہ نہیں جائے گا۔ یہ یہیں سے قیامت کو اٹھے گا۔ اسے یہیں دفن کر دو۔ اسلام تو یہ تھا۔ اب یہ تو اسلام نہیں ہے کہ ہمارے پاس سجدے کی بھی فرصت نہیں ہے۔ حلال حرام کی تمیز نہیں ہے۔ امیدیں اللہ سے نہیں ہیں۔ امریکہ سے ہیں یعنی جو طاغوت ہمیں تباہ کر رہا ہے۔ ہم اس کے باجگزار بھی ہیں اور اسی کے دعا گو بھی ہیں۔ اور اُسی پر آس بھی لگائے بیٹھے ہیں۔ تو اس حالت میں دو کام ہو سکتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ خُدا کیلئے سب خلوص سے دعا کیا کرو کہ اللہ مسلمانوں کو ہدایت پہ واپس لے آ۔ دوسرا کام یہ کرو کہ کم از کم خود تو توبہ کرو۔ شاید میری اور آپ کی توبہ ہی کام آ جائے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ قحط سالی میں موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں انہوں نے دعا کی۔ بارِ الٰہا! لوگ مر رہے ہیں پیاس سے جانور مر گئے ہیں۔ چارہ نہیں رہا' پانی نہیں رہا' رحمت کی بارش نازل فرما تو ارشاد فرمایا قوم کو حکم دو سب باہر نکل کر دعا کریں۔ آپ ؑ نے منادی کرا دی کہ سب باہر نکلو بارش کیلئے دعا کریں گے جب شہر سے نکل رہے تھے تو پھر ارشاد فرمایا وحی آ گئی کہ موسیٰ پلٹ جاؤ بارش آ رہی ہے۔ یا اللہ ہم نے دعا تو کی نہیں۔ فرمایا تم نے نہیں کی لیکن ایک چیونٹی اپنی ٹانگیں اوپر کر کے زمین پر پڑی ہے اور بارش کیلئے دعا کر رہی ہے۔ میں نے اس کی سن لی ہے۔ میں نے مان لی ہے۔ اس کی بارش آ رہی ہے۔ بھاگ جاؤ۔ بھیگ جاؤ گے۔ وہ غفور الرحیم ہے کہ سب کو اُس ایک چیونٹی کے طفیل پانی سے مالا مال کر دیا۔ توبہ کرو گناہ کو چھوڑ دو' کھانے میں کوشش کرو' حرام سے بچو' حلال کھاؤ' اور ایک کام ضرور کرو' تمام مسلمانوں کے لئے دعا ضرور کیا کرو' اللہ کریم اس قوم کو ہدایت پہ جمع کرے۔ یاد رکھو ہم مٹ سکتے ہیں اسلام نہیں مٹ سکتا۔

عسیٰ ان یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ' ۔ اگر ہم اس کی اطاعت نہیں کریں گے کسی اور قوم کو ایمان نصیب کر دے گا۔ اس کے اطاعت گزار بندے رہیں گے۔ دین باقی رہے گا۔ مسلمان باقی رہے گا۔ جو اسلام کو چھوڑے گا۔ وہ باقی نہیں رہے گا۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

نعت

آؤ اُس رحمتِ عالم کی کوئی بات کریں
آج ہم عشقِ نبیؐ میں یہ بسر رات کریں
مل کے بیٹھے ہیں کریں آج نچھاور دل کو
آؤ اس در پہ کبھی خود سے ملاقات کریں
باتیں اس گل رخ کی کریں، اس کاکلؐ کی کریں
جس کی تعریف نباتات، جمادات کریں
اپنے محبوب کی الفت کا تقاضا ہے یہ
بزم دنیا میں بیاں اس کی حکایات کریں
ہے گھٹن اور بڑا سخت اندھیرا پھر سے
روشنی پھیلے بیاں اس کی روایات کریں
دل سیماب میں دیکھو تو چمک ہے اس کی
کیوں زمانے پہ نہ ہم اس کی ہی برسات کریں

☆......سیماب اویسی

حقیقی بصیرت

جب بھی بندہ اللہ سے دور ہوتا ہے تو اُس سے انسانیت کا، الفت کا، محبت کا تصور چھن جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت سے پہلے بھائی بھائی کا دشمن تھا۔ فرمایا، میرے حبیب ﷺ نے تمہارے دلوں کو محبت سے آشنا کر دیا اور پھر اگلے سورج نے تمہیں بھائی بھائی دیکھا۔ جو دوسرے کا حق کاٹ کر نوالہ چھیننے والے تھے۔ انہوں نے بھوکا رہنا گوارا کر لیا اور اپنے حصے کا کھانا غرباء میں بانٹ دیا جو لوٹ کرلانے والے تھے وہ اپنا گھر لٹوانے پہ راضی ہو گئے یعنی الفت نے، محبت نے، عشق نے، تعلق نے، اور لذت آشنائی نے ان کی ساری سوچ ہی بدل دی۔ کردار ہی بدل دیا۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 25-4-2003

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیمo

مَنْ یَّھدِاللّٰہُ فھُوَالْمُھْتَدِی. وَمَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الخٰسِرُونَo وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیراً مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنس ۖ لَھُمْ قُلُوبٌ لَّایَفْقَھُونَ بِھَا ۡ وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُونَ بِھَا ۡ وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُونَ بِھَا. اُولٰئِکَ کالانعامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ o ھُمْ اُولٰئِکَ ھُمُ الغٰفِلُونَo

دنیا میں بنیادی طور پر انسان کے دو طبقے ہیں، دو قومیں ہیں، دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ کے ساتھ ایمان نصیب ہے۔ دوسرے وہ جو اللہ سے دور ہیں اور نورِ ایمان سے محروم ہیں۔ ایک تیسرا طبقہ جو ان تینوں کے درمیان ہے اس کا رویہ زبانی ایمان کا ہوتا ہے اور عملاً کفر کا ہوتا ہے۔ کردار کافروں کا ہوتا ہے دعویٰ اسلام کا ہوتا ہے۔ اِس تیسرے طبقہ کو کتاب اللہ نے منافق کہا ہے اور ان کے لئے کافر سے زیادہ سزا تجویز فرمائی ہے۔ ذات باری تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْمُنٰفِقِینَ فِی الدَّرْکِ الاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. سب سے نچلا خانہ جہنم کا جو ہوگا کافروں سے بھی نیچے وہ منافقین کی جگہ ہو گی۔ اب مومن اور کافر تو واضح ہیں۔ منافق درمیان میں ایک ایسی چیز ہے جس کی شناخت کرنا پڑتی ہے۔

میری ذاتی رائے میں دوسروں کی شناخت کرنے کی بجائے ہر شخص کو اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہئے۔ یہ زیادہ آسان ہے یہ سوچنا چاہئے کہ میں کہتا کیا ہوں اور میں کرتا کیا ہوں۔ کلمہ تو میں توحید کا پڑھتا ہوں کردار میرا مشرکوں سے بھی گیا گزرا ہے۔ دعویٰ میں اتباع سنت کا کرتا ہوں اور کام میرے سارے کافروں جیسے ہیں۔ حلیے سے لیکر کردار تک۔ تو کہیں ایسا تو نہیں ہم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اُن رحمتوں کی امید رکھتے ہیں۔ جو صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہ اجمعین پر نازل ہوئیں ان برکات کی تمنا رکھتے ہیں جو اہل اللہ پر نازل ہوئیں۔ اُس طرح کے امیدوار کرم ہیں جس طرح اللہ کے خاص بندوں پر اس کا کرم ہوتا ہے لیکن ہمارے ساتھ ہوتا مختلف ہے۔ ہماری توقع مختلف ہوتی ہے اور بجائے کرم کے ہم پر عذاب نازل ہوتا ہے، ہمیں مار پڑتی ہے، ہم قتل عام ہوتے ہیں ہم ذلیل ہوتے ہیں ہم رسوا ہوتے ہیں۔

ایک مثال قرآن حکیم نے اور بھی بہت خوبصورت دی ہے میری تو خیر ساری زندگی جنگلوں میں پھرتے گزری ہے لیکن جو لوگ جنگلی حیات سے واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے بھی آج کل تو ٹیلی ویژن پر بے شمار طرح کی جنگلی حیات دکھائی جاتی ہے جو ہم جنگلوں میں پھرتے ایک عجیب بات آپ کو دکھائی دے گی کہ جانوروں کا ایک غول ہے۔ بھیڑوں کا، بکریوں کا ایک گلہ ہے، ہرنوں کی ایک ڈار ہے۔ اب ایک جنگلی جانور ہے وہ ایک درندہ ہے۔ کوئی چھوٹا بڑا بھیڑیا ہے یا کوئی ایک درندہ ہے وہ ایک جانور کو گرا لیتا ہے دوسروں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، بڑے جانوروں کو شیر گرا دیتا ہے۔ اور دوسرے زیادہ دور بھاگتے بھی نہیں۔ چند قدم بھاگ کر رُک کر تماشہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اگر ڈیڑھ سو، دو سو، جانور اس پر ہلہ بول دیں تو ایک درندہ کیا کرے گا؟ جان بچائے گا بھاگے گا لیکن ایسا نہیں کرتے۔ کیوں نہیں کرتے؟ یہ

احساس وشعور ہی اُن میں نہیں ہے کہ اجتماعی زندگی کا بھی کوئی تصور ہوتا ہے۔ ہر جانور اکیلا اکیلا زندہ ہے۔ اجتماعیت کا تصور ان میں نہیں ہے۔ درندوں اور بھیڑیوں میں اگر اجتماعیت کا تصور ہے یا شیروں کا ایک گلہ پورا پھرتا ہوتا ہے۔ یا بھیڑیوں کا غول ہوتا ہے۔ تو ان میں اجتماعیت کا تصور نہیں ہے ان میں حصول منفعت کا لالچ ہے وہ سمجھتے ہیں ہم زیادہ ہوں گے۔ تو ہم آسانی سے شکار کرلیں گے۔ ورنہ ان میں سے بھی اگر کوئی زخمی ہو جائے تو دوسرے اُسے پوچھتے نہیں ہیں۔ ان میں وہ اجتماعیت کا تصور نہیں ہے کہ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ اِسے ساتھ لیکر چلیں بلکہ اُسے چھوڑ جاتے ہیں، اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ تو وہ کیوں یکجا ہوتے ہیں؟ ان میں ایک تصور ہوتا ہے کہ اکیلا شکار کرنے سے اگر ہم زیادہ ہوں گے تو آسانی سے شکار کرلیں گے اور سب کا پیٹ بھر جائے گا۔ آج دنیا میں مومن کی مثال جانوروں کے غول کی ہے اور کافر کی مثال درندوں کے غول کی ہے۔ ان میں بھی اجتماعیت کسی انسانی مسئلہ پہ نہیں ہے۔

عراق ہی کو لے لیں۔ پوری دنیا کی مخالفت کے باوجود امریکہ اور برطانیہ یکجان دو قالب رہے لیکن اب تقسیم پہ لڑ رہے ہیں۔ اب جی وہ ٹھیکے کس کمپنی کو ملتے ہیں۔ کس کو کتنے ملتے ہیں، تیل پر کون قبضہ کرتا ہے، کس کے حصے میں کیا آتا ہے؟ اُس پہ لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ اُن میں بھی اتفاق وہی درندوں والا ہے کہ لوٹ کا مال مل کر کھاتے ہیں۔ جس طرح چند چور اکٹھے ہو جاتے ہیں کہ اکیلا کرنے سے ہم گروہ ہوں گے تو زیادہ کرلیں گے اور یہ مصیبت کیوں پڑتی ہے۔

جب بھی بندہ اللہ سے دور ہوتا ہے تو اُس سے انسانیت کا، الفت کا، محبت کا تصور چھن جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت سے پہلے بھائی بھائی کا دشمن تھا فرمایا۔

وکنتم اعداءً ۔ تم سب ایک دوسرے

> میری ذاتی رائے میں دوسروں کی شناخت کرنے کی بجائے ہر شخص کو اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیئے۔ یہ زیادہ آسان ہے یہ سوچنا چاہیئے کہ میں کہتا کیا ہوں اور میں کرتا کیا ہوں۔

کے دشمن تھے، بھائی بھائی کا دشمن، ہر شخص دوسرے کا دشمن تھا۔ کنتم اعداءً ۔ اے نوع انسانی تم صرف دشمن تھے۔

فَاَلَّفَ بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ۔ میرے حبیب ﷺ نے تمہارے دلوں کو محبت سے آشنا کر دیا اور پھر اگلے سورج نے تمہیں بھائی بھائی دیکھا۔ جو دوسرے کا حق کاٹ کرنوالہ چھیننے والے تھے۔ انہوں نے بھوکا رہنا گوارا کر لیا اور اپنے حصے کا کھانا غرباء میں بانٹ دیا جو لوٹ کرلانے والے تھے وہ اپنا گھر لٹوانے پہ راضی ہو گئے یعنی الفت نے محبت نے، عشق نے، تعلق نے، اور لذت آشنائی نے ساری ان کی سوچ ہی بدل دی کردار ہی بدل دیا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

اور جب یہ لذت آشنائی چھن جائے، چھنتی کیوں ہے۔ فرمایا مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِی جسے اللہ ہدایت دیتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اللہ ہدایت نہ دے ہدایت کوئی نہیں پا سکتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہدایت اللہ نے دینی ہے اور وہ نہ دے تو نہیں مل سکتی تو پھر شاید قصور تو کسی کا بھی نہیں ہے اگر ہم گمراہ ہیں تو جب اللہ نے ہدایت نہیں دی تو کیا ہوا؟ اس نے فرمایا ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے بندے کو دل دیا، دماغ دیا، آنکھیں دیں، کان دیئے، زبان دی، حواس خمسہ دیئے سب سے بڑھ کر قلب دیا قلب میں تفکر رکھا۔ سمجھ رکھی، شعور رکھا، اور اُسے فیصلے کا اختیار دیا۔ اب اگر وہ اپنے دل کی گہرائی سے یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ مجھے ہدایت چاہیئے تو فرمایا میں اُسے ہدایت دے دیتا ہوں۔ یھدی الیہ من ینیب۔

اگر کھرے دل سے کوئی بندہ کسی وقت بھی فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے ساٹھ سال گناہوں میں گزر گئے، ستر سال کفر میں گزر گئے، شرک میں گزر گئے لیکن ایک لمحے آ کر اس نے فیصلہ کر لیا کہ میں جو کچھ کرتا رہا یہ غلط تھا اور مجھے اللہ سے ہدایت کی طلب کرنی چاہیئے ۔ میں اللہ سے ہدایت مانگتا ہوں۔ فرمایا میں اس کے ستر سالہ

مشرکانہ زندگی کو حرف غیب کی طرح مٹا کر اس کے دل کو نورِ ہدایت سے بھر دیتا ہوں۔ زبردستی کسی پہ مسلط نہیں کرتا۔ یہی کچھ اختیار ہے۔ بندے کے پاس نہ پیدا ہونے کا اختیار ہے، نہ مرنے کا، نہ صحت مند رہنے کا، نہ بیمار ہونے کا، نہ اپنا رزق بڑھانے گھٹانے کا، ہر متنفس کی روزی مقرر ہے۔ الا وانّ النفس لن تموت حتی تستکملَ رِزقَھا۔

کوئی نفس دنیا سے مرتا نہیں جب تک اپنے حصے کا آخری قطرہ پانی کا، آخری دانہ اناج کا، آخری جھونکا ہوا کا، وصول نہیں کر لیتا ہر چیز اُس کے اپنے دست قدرت میں ہے اس نے بانٹ دی۔ انسان کے ذمے صرف محنت اور مجاہدہ ہے کہ رزق حلال کی طلب میں محنت کرے اور یہ محنت کرنا عبادت ہے اور اس کا وہ اجر دے۔ رزق وہی ملے گا جو مقدر ہے۔ چوری کرے، ڈاکہ کرے، بددیانتی کرے، چھین کے لے آئے، اسکا رزق تو وہی ہے جو وہ کھائے گا۔ اگر کروڑوں چھوڑ کر مر گیا۔ سوئز بینکوں میں رہ گئے امریکن بینکوں میں رہ گئے تو اس کے کس کام آئے۔ اس کے نصیب میں تو وہی ہیں جو اُس نے کھا لئے یا اُس کے نصیب کا وہ ہے جو اس نے حق کی راہ میں خرچ کر دیا اب حرام کا حق کی راہ میں خرچ کرنے کا کوئی تصور نہیں۔ اللہ کی راہ میں بھی خرچ وہ ہوتا ہے جو رزق حلال ہو، جب رزق ہی حرام ہو اگر کوئی کتا یا خنزیر مار کر کہے اس کا گوشت میں صدقہ کرتا ہوں۔ صدقہ ہو جائے گا، اسی طرح حرام روزی سے جو صدقہ دیتا ہے۔ وہ صدقہ نہیں ہوتا۔ اس کا وہ بھی ضائع گیا جو اپنا نصیب تھا کھا لیا باقی چھوڑ کر چلا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم خچر سوار تھے۔ آپؓ کی عادت تھی۔ اپنے عہد خلافت دور دراز علاقوں کا کبھی کبھی جائزہ لیا کرتے تھے۔ اب ساتھ میں نہ کوئی ملازم ہے نہ کوئی خادم، نہ کوئی چوکیدار، عام آدمی کے لباس میں، ایک دیہاتی کے لباس میں، آپ خچر پہ سوار لوگوں کا

کوئی نفس دنیا سے مرتا نہیں جب تک اپنے حصے کا آخری قطرہ پانی کا۔ آخری دانہ اناج کا۔ آخری جھونکا ہوا کا۔ وصول نہیں کر لیتا ہر چیز اس کے اپنے دست قدرت میں ہے۔ اس نے بانٹ دی۔

حال دیکھنے کیلئے پھر رہے تھے۔ گھوڑا ابھی نہیں تھا۔ نماز کا وقت ہوا شہر کی مسجد میں گئے۔ نماز پڑھی جا چکی تھی۔ لوگ نکل گئے تھے۔ آپؓ چونکہ باہر سے آئے تھے۔ مسجد کے دروازے پہ خچر روکا اب سوچا خچر کا کیا کروں؟ تو ایک آدمی نماز پڑھ کے اندر سے نکلا۔ اسے فرمایا بھئی میرے واپس آنے تک تم یہ میرا خچر تھام رکھو۔ تو میں دوگانہ ادا کر کے آجاتا ہوں۔ مسافر تھے۔ سفر میں تھے۔ دو رکعت پڑھنی تھی۔ اس نے کہا جی میں رکتا ہوں۔ آپؓ جب دوگانہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپؓ نے دو درہم جیب سے نکال کر ہاتھ پہ رکھے کہ اُسے میں نے روکا ہے کہ کوئی غریب ہوگا، مزدور ہوگا، کسی کام پہ جانا ہوگا، بہر حال اس کے وقت کی اجرت جو ہے مجھے دینی چاہئے لیکن جب باہر آئے۔ تو خچر کھڑا ہے اس کے منہ میں لگام نہیں، وہ بندہ لگام نکال کے لے گیا۔ آپؓ نے خچر پکڑا بازار کو چلے، تو دیکھا کہ ایک دوکاندار کے سامنے وہی اُنہی کا لگام، اسی خچر کا لگام لٹک رہا ہے۔ آپؓ نے پوچھا بھئی یہ بیچو گے! جی بیچوں گا۔ کتنے کا بیچو گے۔ اس نے کہا ایک درہم کا انہوں نے ایک درہم کا خرید لیا اور پوچھا تم نے کتنے کا خریدا ہے۔ اس نے کہا میں نے آدھے درہم کا خریدا ہے۔ ابھی ابھی ایک بندہ دے کر گیا ہے۔ میں ایک درہم کا بیچ رہا ہوں۔ فرمایا خچر میرا ہے اور میں اُسے کھڑا کر گیا تھا اور میں دو درہم نکال کر لایا تھا کہ میں اُسے دوں گا۔ دونوں اس کے لئے حلال ہوتے۔ اس نے تیزی کی، آدھا درہم لیا اور حرام لیا۔ اس نے اپنی جو چالاکی اور ہوشیاری دکھائی اس میں دو کی بجائے اُسے آدھا ملا اور حرام ملا۔ صبر کرتا دو ملتے حلال ملتے، تو شاید جو لوگ ظلم اور فراڈ کر کے دولت جمع کرتے ہیں اگر وہ غبن اور فراڈ نہ کرتے محنت کرتے تو اللہ اس سے زیادہ دیتا لیکن یہ کیوں کرتے ہیں؟ اللہ پر اعتماد نہیں ہے، نام اللہ کا لیتے ہیں، نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، حج بھی کر آتے ہیں لیکن اللہ پر اعتماد نہیں ہے اور فرمایا جو ہدایت کا دل سے طالب ہوتا ہے۔ میں اُسے ہدایت دیتا ہوں اور جو ہدایت کا طالب نہیں ہوتا اللہ اُسے گمراہ کر دیتا

ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے فـائـولئک هم الخسرون o وہ نفع کی امید نہ رکھیں، وہ ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے۔ دنیا میں بھی خسارے میں رہتا ہے۔ سیاسیات میں بھی خسارے میں رہتا ہے، معاملات میں بھی خسارے میں رہتا ہے، آبرو کے معاملے میں بھی خسارے میں رہتا ہے، اور آخرت کا خسارہ تو اس پر سوار ہے۔ گمراہی میں فائدے کا کوئی تصور نہیں۔ پھر فرمایا وَلَقَد ذَرَانَا لِجَهَنَّمَ کثیراً من الجن وَالاِنس.

ہم نے بے شمار جن اور انسان پیدا تو کئے لیکن محض جہنم کیلئے پیدا ہوئے کبھی انہوں نے سوچنے کا تکلف ہی نہیں کیا کہ اللہ نے انہیں جو دل دیا تھا۔ اس میں کوئی طلب بھی ہے۔ اس میں کوئی درد بھی ہے

دل دا ندو محبوب ندا رند

سینے میں دل ہے لیکن کوئی محبوب نہیں ہے۔ اب یہ جو جہنم جانے والے جن اور انسان ہیں فرمایا ان کا عالم یہ ہے۔ لَهُم قلوب لا یفقهون بها. ان کے سینے میں دل ہے لیکن اس میں تفقہ نہیں ہے، اسے سمجھتے نہیں ہیں۔ دل ہے، شعور نہیں ہے۔ اُسی دل میں مادی سائنس تفقہ دماغ کے ذمے لگاتی ہے لیکن قرآن حکیم تفقہ کا کام دل کے سپرد کرتا ہے۔ مہبط دماغ نہیں ہے مہبط وحی قلب عالی ہے، قلب اطہر ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جس چیز کو نسبت ہوگئی وہ دنیا میں بے مثال ہوگئی۔ آپ ﷺ نے جو جوتا استعمال فرمایا دنیا کا کوئی جوتا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، جو لباس استعمال فرمایا دنیا کوئی لباس اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، جس سواری پہ حضور جلوہ افروز ہوئے دنیا کا کوئی جانور اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا، جو تلوار آپ کے دست رحمت میں آئی کوئی تلوار دنیا کی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، جس چیز کو نسبت ہوگئی محمد رسول اللہ ﷺ سے وہ بے مثال ہوگئی۔ آپ کی صورت عالی کی مثال

> **جو لوگ ظلم اور فراڈ کر کے دولت جمع کرتے ہیں اگر وہ غبن اور فراڈ نہ کرتے محنت کرتے تو اللہ اس سے زیادہ دیتا لیکن یہ کیوں کرتے ہیں؟ اللہ پر اعتماد نہیں ہے، نام اللہ کا لیتے ہیں، نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، حج بھی کر آتے ہیں لیکن اللہ پر اعتماد نہیں تھی**

دنیا میں محال۔ اللہ نے دوسری بنائی ہی نہیں اس طرح آپ ﷺ کے دماغ عالی کی مثال دنیا میں محال دوسرا دماغ اس پاک اللہ نے بنایا ہی نہیں، اس کے باوجود مخاطب وحی دماغ عالی نہیں ہے۔ قلب اطہر ہے۔

کفر کے سارے معاملات دماغ سے چلتے ہیں اور ایمان کے سارے معاملات دل پر مدار رکھتے ہیں کافر کی خصوصیت یہ ہوتی ہے۔ لَهُم قلوب لا یفقهون بها ۔اس کا دل ہوتا ہے اس میں تفقہ کی خاصیت ختم ہو جاتی ہے۔ وَلَهُم اعین لا یبصرون بها. ان کی آنکھیں ہوتی ہیں، انہیں نظر کچھ نہیں آتا، جب حقائق نظر نہ آئیں تو پھر نظر آتا رہے تو کیا۔ ایک آدمی اگر یہ تمیز نہ رکھتا ہو کہ یہ ہیرا ہے یا انگارا ہے اور انگارے کو ہیرا سمجھ کر اٹھا کر اپنا ہاتھ جلا لے تو اُسے دیکھنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا کافر کی آنکھ ہوتی ہے لیکن وہ دوزخ کی آگ پیٹ میں بھرتا رہتا ہے۔ اُسے نظر نہیں آتا۔ ولهم اذان لا یسمعون بها.

ان کے کان ہوتے ہیں انہیں حق اور باطل کی تمیز نہیں ہوتی، حق سنتے نہیں ہیں فرمایا اولئک کالانعام. وہ تو جانوروں کا ایک ریوڑ ہوتا ہے جس طرح آپ جانوروں کو دیکھتے ہیں کہ گلے میں سے ایک کو درندے نے پکڑ لیا باقی بے فکر ہیں۔ اب آپ دیکھ لیں دنیا میں چھپن کے قریب اسلامی ریاستیں ہیں۔ بھیڑیے ایک ایک کے بکھیے ادھیڑ رہے ہیں اور باقی بے فکر ہیں۔ یعنی دنیا تباہ ہوگئی، مسلم ملک تباہ ہوگیا، بے شمار بچے یتیم ہوگئے، بے شمار معصوم ٹانگیں بازو کٹوا کر ہسپتالوں میں پڑے ہیں، بے شمار عورتیں بیوہ ہوگئیں، عزت و آبرو لٹ گئی یہ سارا کچھ ہم سن رہے ہیں لیکن ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ پرویز مشرف وردی اتارتا ہے یا نہیں اتارتا ہے۔ اپنی بے حسی کی بات کیجئے۔ ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ دنیا میں عالم اسلام پر کیا بیت رہی ہے؟ کافر مسلمانوں کو کس طرح شکار کر رہا ہے۔ ابھی عراق کا قصہ ختم نہیں ہوا کہ شام کو وارننگ مل رہی ہے اور ایران کو وارننگ مل رہی ہے۔ اسلحہ انسپکٹر پاکستان میں بھی تشریف لا رہے ہیں لیکن کسی کو فرصت نہیں ہے۔ حکومتی ارکان کا

سارا زور اس بات پر صرف ہوتا ہے کہ مشرف وردی پہنے گا۔ اپوزیشن کا سارا زور اس پر ہے کہ مشرف وردی اتار دے گے۔ ایک پنجابی مثل تھی

کوئی مرے کوئی جیوے سُتھرا گھول پتاشے پیوے

کیا بے نیازیاں ہیں اور کیسی عجیب بات ہے حکومت اور اپوزیشن مل کر سینٹ میں چھ دن بحث کرتی رہی کہ عراق پر حملے کی مذمت کی جائے۔ چار دن بحث کے بعد حاصل یہ ہوا کہ مذمت بڑا سخت لفظ ہے اس لئے ہم عراق پر حملے پر افسوس کرتے ہیں۔ مذمت تو بڑا غیر شریفانہ، غیر مہذب سا لفظ ہے اور یہ ساری تہذیب ہے جو اُن پر ٹنوں کے حساب سے بارود کی بارش ہو رہی ہے۔ مساجد تباہ ہو رہی ہیں، مقابر اجڑ رہے ہیں، یہاں گلی گلی، کوچہ کوچہ، ماتم ہو رہا ہے۔ وہاں کربلا پر بم پڑ رہے ہیں۔ وہاں کیوں نہیں جاتے؟ یہاں گھر گھر گیارہویں شریف کی دیگ پک رہی ہے ادھر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے مقبرے پر بمبارمنٹ ہو رہی ہے۔ اب دیگیں چھوڑ کر جان دینے جاؤ۔ دیگیں پکا کر ہی خوش کرتے رہو گے۔ کسی نے اُف تک نہیں کی۔ بقا صرف اللہ کیلئے ہے۔ فنا امریکہ کو بھی ہونا ہے اور امریکہ بھی اپنے فطری انجام کی طرف چل رہا ہے۔ جو بڑی حد تک اُس پہ وارد بھی ہو چکا ہے کہ پوری دنیا جس امریکہ کے گن گاتی تھی۔ اب پوری دنیا اُس پہ لعنت بھیج رہی ہے کہ دنیا کا کوئی فرد بشر یہ نہیں کہ مسلمان، مسلمانوں میں تو حس ہی نہیں، کافر اُس پہ لعنت، ملامت کر رہے ہیں کہ تم نے بہت بڑا ظلم کیا۔ کافر اس پر خود امریکہ کے لوگ اپنی حکومت پر پھٹکار ڈال رہے ہیں۔ جلوس نکال رہے ہیں، یورپ سارا جلوس نکال رہا ہے، فارایسٹ سارا جلوس نکال رہا ہے۔ اگر خاموش ہیں تو مسلمان۔

عجیب بات ہے کہ ہمارے ملک میں گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ جو گزرا ہے اس میں زیادہ عرصہ فوجی حکومتیں رہی ہیں۔ جو فوجی بھی آیا ہے اس نے آٹھ دس سال سے پہلے

جس سواری پہ حضور جلوہ افروز ہوئے دنیا کا کوئی جانور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، جو تلوار آپ کے دست رحمت میں آئی کوئی تلوار دنیا کی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی، جس چیز کو نسبت ہو گئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بے مثال ہو گئی۔

تو کسی کی بات ہی نہیں سنی۔ آٹھ دس سال کے بعد اُس نے کہا، اچھا تم کیا کہتے ہو؟ پھر کوئی الیکشن کا ڈھونگ رچایا۔ پھر یہ ہوا پھر وہ ہوا۔ ایوب خان پاگل ہو گیا تھا۔ تب اُس نے جان چھوڑی۔ یحییٰ خان حواس کھو گیا تب اس نے جان چھوڑی۔ ضیاء الحق کو موت نے فارغ کیا۔ اور میرا خیال ہے موجودہ حکمران کو بھی قدرت ہی لے کے جائے گی۔ جس طرح اوپر سے نازل ہوئے ہیں اوپر کو ہی اٹھیں گے۔ یہ بھی کسی ایجی ٹیشن سے جاتے نظر نہیں آتے۔ لیکن اس موجودہ حکومت میں ایک بات مختلف ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے دس سال کی بجائے تین سال میں الیکشن کرا کے چلو برائے نام سہی لیکن ایشیا کی پہلی گریجوایٹ اسمبلی بنائی۔ یعنی پورے ایشیاء میں پہلی دفعہ ایک گریجوایٹ اسمبلی وجود میں آئی۔ وہ اَن پڑھ اسمبلیوں سے زیادہ بُری ثابت ہوئی۔ جو پڑھے لکھے نہیں ہوتے تھے اس سے بہتر وہ کام چلا لیتے تھے اب پوری اسمبلی پر کروڑوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ ان کے الاؤنسز پہ، ان کے ٹی۔اے، ڈی۔اے پہ، ان کے علاج معالجے پہ، ہمارے ملک کا عجیب دستور ہے کہ ایک چوکیدار ایک چپڑاسی بھرتی کرنا ہو تو کہتے ہیں ہیلتھ سرٹیفکیٹ لاؤ۔ تمہاری صحت ٹھیک ہے۔ ایم۔این۔اے بنائے تو ہیلتھ سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہی نہیں، بن چکے تو اُسے فارن میں علاج کے لئے بھیجنا پڑتا ہے۔ بھئی ایسے پاگلوں کو لیتے کیوں ہو؟ قریب المرگ کو لیتے کیوں ہو؟ جس کی پھر میت اٹھا کر لے جانی پڑتی ہے۔ ہمارے ایک برخوردار عزیز یہاں ایم۔پی۔اے بنا اور اُسے ایم۔پی۔اے بنتے ہی گردوں کے آپریشن کیلئے انگلینڈ جانا پڑا سرکاری خرچے پر گردے تو پہلے سے ہی فیل تھے بھئی آپ ایسا بندہ کیوں لیتے ہیں۔ پابندی نہیں ہے۔ آدھی اسمبلی تو یوں نکل جاتی ہے کروڑوں تو اُس میں گئے کروڑوں کا ٹی۔اے۔ڈی۔اے منتقلی الاؤنس بنا' حاصل کیا ہے؟ آج تک کے اسمبلی ممبران کے آنے کا ہدف یہی رہا کہ مشرف وردی اتار دے۔ مشرف وردی پہنے رکھے۔ بس کیا وردی اتار دے تو انڈر ویئر میں آیا کرے۔ ایوان سلطنت میں

پریذیڈینٹ ہاؤس میں اُسے کچھا پا کر بٹھاؤ گے۔ بھئی فوجی ہے وردی پہنے رکھے تم کوئی کرنے کا کام کرو۔ مہنگائی دن بدن بڑھ رہی ہے، ٹیکس دن بدن بڑھ رہے ہیں، تیل کی قیمتیں روز بروز بڑھ رہی ہیں، مسلم دنیا پہ افتاد پڑی ہے، مسلمان جانوروں کی طرح ذبح کئے جا رہے ہیں، مومن کا لہو پانی سے ارزاں ہوگیا ہے۔ کوئی کرنے کا کام کرو۔ یار اسی حکومت سے کہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ ہر مسلمان سپاہی ہوتا تھا۔ جو فوج مخصوص ہوتی تھی وہ الگ لیکن جب ضرورت پڑتی تھی اعلان کر دیا جاتا تھا ہر مسلمان اسلحہ جانتا تھا، گھڑ سواری جانتا تھا، لڑائی کے داؤ ویچ جانتا تھا، جب ضرورت پڑتی تھی ایک فوج تیار ہو جاتی تھی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ پھر سے ہر شہری کو اسلحہ دیا جائے، ہر شہری کو ٹریننگ دی جائے، یہ جو لوگ چوریاں ڈاکے کرتے پھرتے ہیں، ان کو معمولی سا روزگار الاؤنس دے دو، انہیں ایک ایک بندوق دو۔ فوج کے دو آدمی علاقے میں کبھی تیسرے مہینے آ جائیں۔ دو دو ہفتے انہیں ٹریننگ کر دو، بجائے چوری ڈاکے کرنے کے وہ لڑائی کی تیاری کریں اور چودہ کروڑ سپاہی بن جائیں۔

اب وقت ایسا ہے کہ ملک کے ہر شخص کے پاس اسلحہ ہونا چاہئے۔ اسلحہ کی تربیت ہونی چاہئے اور ایمان ہونا چاہئے۔ جذبہ جہاد ہونا چاہئے۔ وہ اُس سے چوری کی بجائے دفاع وطن کیلئے ساری عمر تیار رہے۔ یار کسی کو کسی کام پہ لگاؤ گے تو وہ برائی چھوڑے گا۔ اگر اُسے بیروزگار رکھو گے، بھوکا بھی مارو گے، انصاف بھی نہیں دو گے، ظلم بھی کرو گے، مہنگائی بھی دن بدن بڑھاتے جاؤ گے، تو وہ ڈاکہ چوری نہیں کرے گا، تو کیا کرے گا؟ ایک آدمی کے رزق کے وسائل بھی بند کر دو۔ اور آٹا دانا بھی مہنگا کر دو تو وہ چوری نہیں کرے گا۔ ڈاکہ نہیں کرے گا۔ تو کیا کرے گا؟ ہر بندے کے پاس اسلحہ ہے حکومت کو دینے کی ضرورت ہی نہیں

کفر کے سارے معاملات دماغ سے چلتے ہیں اور ایمان کے سارے معاملات دل پر مدار رکھتے ہیں۔

پڑتی۔ حکومت کو دینی صرف اجازت پڑتی ہے۔ گورنمنٹ کہہ دے، جس کے پاس اسلحہ ہے وہ اپنے تھانے میں درج کرائے اور اپنی رسید لے۔ پتہ ہو کہ فلاں کے پاس اتنا ایمونیشن ہے۔ فلاں بور کا اسلحہ ہے۔ آپ بے شک اپنے لائسنس کا فیس لگا دو۔ تو کروڑوں روپے اسی فیس سے آمدن ہو جائے گی۔ بیروزگاروں کو بے روزگاری الاؤنس دے دو۔ انہیں کسی کام پہ لگاؤ دوسرے تیسرے مہینے دو بندے فوج کے آئیں گاؤں میں آ کر ان کی یونٹیں بنائیں، کمپنیاں بنائیں، ریٹائرڈ آدمیوں کو ان کا انچارج بنائیں ان سے نشانہ بازی کرائیں۔ نشانہ بازی کے مقابلے کرائیں۔ جو نبی کریم ﷺ خود کروایا کرتے تھے۔ گھڑ دوڑ کے مقابلے اور خود ملاحظہ فرمانے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تلوار بازی کے مقابلے ہوتے تھے۔ نیزہ بازی کے مقابلے ہوتے تھے۔ نیزہ بازی کے مقابلے ہوتے تھے تیروں کے، نشانہ بازی کے مقابلے ہوتے تھے۔ جنہیں خود نبی اکرم ﷺ ملاحظہ فرمانے جاتے تھے۔ اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ آج بھی وہ ایک سنت یہی ایک سنت زندہ کر دو تاکہ کافر کو پتہ ہو کہ اس ملک کا ہر شہری سپاہی ہے۔ خواتین تربیت یافتہ ہوتی تھیں۔

خولہ بنت ازور نوجوان لڑکی تھی اس کا بھائی بھی بہت دلیر تھا۔ ایرانیوں کے مقابلے میں لڑتا لڑتا ایرانی شہزادہ لشکر کو، لشکر کی کمانڈ کر رہا تھا اس کے قریب جا پہنچا اور اس کے ذاتی محافظوں نے گھیر کر قید کر لیا اس نے فوراً دو سو سپاہیوں کا دستہ دے کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اونٹ پر لاد کر دو سو سپاہیوں کے ساتھ فارس روانہ کر دیا۔ دارالخلافہ روانہ کر دیا کہ یہ بہت خطرناک آدمی ہے اور بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا اس طرح سے لڑ رہا تھا کہ ایک طرف سے لشکر میں گھستا لڑتا لڑتا دوسری طرح نکل جاتا، پھر ادھر سے پلٹ کر حملہ کرتا تو واپس نکل جاتا۔ ایک دفعہ گھسا تو سیدھا لڑتا بھڑتا سپاہیوں کو مارتا شہزادے تک جا پہنچا اور اس کی ہمشیرہ بھی ساتھ تھیں۔ خیمے میں بیٹھی دیکھ رہی تھیں کہ بھائی لشکر میں کبھی ڈوبتا ہے۔ پھر ابھرتا ہے پھر ڈوبتا ہے پھر ابھرتا ہے۔ کافی دیر دیکھتی رہیں بھائی ابھرا نہیں۔ کہاں گیا؟ بچیاں

اتنی ٹرینڈ ہوتی تھیں۔اس نے زرہ پہن کر، نقاب والا اپنا وہ خول پہنا، گھوڑے پہ سوار ہوئی اور لڑتی بھڑتی شاہی دستے کے گارڈز میں سے ایک کو گرفتار کر کے لے آئی اور اسکی گردن پہ پاؤں رکھ کر پوچھا بتاؤ میرا بھائی کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ اُسے تو اتنی دیر ہوگئی دو سو سپاہیوں کا دستہ دے کر اُسے دارالخلافہ روانہ کر دیا گیا ہے۔ قیدی اپنے سالار کے سپرد کر کے اکیلی گھوڑے پر سوار ہوئی۔اُن صحراؤں کی بیٹی تھی انہوں نے راستہ جانا تھا۔ وہ صحرا کو درمیان سے چیر گئی، جانتی تھی، کہاں سے راستہ گزرتا ہے اُن سے پہلے جا کر راستہ پہ جا کر پہنچی۔سورج غروب ہو گیا مغرب کا وقت ہو گیا۔اندھیرا سا تھا۔اس کا بھائی اونٹ پر بندھا ہوا بیٹھا تھا اُس نے ایک شعر پڑھا کہ کاش کوئی میری بہن کو ہی میرا حال بتا دیتا۔تو ان دو سو سپاہیوں کو تو وہ اکیلی کافی تھی۔ مجھے چھڑا سکتی تھی۔ اور وہیں وہ گھات لگائے بیٹھی تھی۔ اکیلی بچی نے حملہ کر کے دو سو ایرانیوں میں سے ڈیڑھ سو سے زیادہ کو قتل کیا۔ بیس پچیس نے بھاگ کر جان بچائی اور اپنے بھائی کو آزاد کرا کے رات سے پہلے واپس لشکر میں پہنچ گئی۔یہ تربیت بچیوں کو بھی ہوتی تھی۔اس حد تک ہوتی تھی

حضرت خالد بن ولیدؓ لڑتے لڑتے گھیرے میں آ گئے چاروں طرف اب کفار ہیں۔ درمیان میں حضرت خالد لڑ رہے ہیں۔لشکر سے کٹ گئے انہوں نے دیکھا تو ایک گھڑ سوار لڑتا بھڑتا بھیڑ کو چیرتا ان کے اس سرکل میں تلوار زنی کرتا مارتا مرتا لڑتا بھڑتا آ رہا ہے۔ وہ سارا گھیرا چیر کر حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ گیا۔ جب پہنچا تو ان کی اہلیہ تھی اور انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی ٹوپی ہے جو آپ ہمیشہ لڑائی میں پہن کر آتے تھے۔ آج آپ پہننا بھول گئے خول کے نیچے ہوتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے بال مبارک ترشوائے تو بال صحابہ میں تقسیم کر دیئے تو خالدؓ نے وہ موئے مبارک اپنی سر کی ٹوپی میں سلوائے ہوئے تھے۔خول کے نیچے وہ ٹوپی پہنا کرتے تھے اُس دن گھر بھول گئے انہوں نے کہا تم نے یہ تکلف کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ اسلئے مجھے تمہاری زندگی ابھی چاہئے تھی۔ میری دنیا تو تمہارے ساتھ ہے۔تو میں سمجھتی تھی کہ اس کی برکت سے تم پر کوئی غالب نہیں آتا۔ آج دیکھا گھیرے میں آئے ہوئے ہو اور پھر لڑتی بھڑتی واپس نکل گئی کہ تمہاری امانت تمہیں پہنچ گئی۔اب تم جانو اور یہ جانیں یہ عالم تو خواتین کا ہوتا تھا۔ جنہوں نے عہد محمد رسول اللہ ﷺ میں تربیت پائی۔ آج بے شمار عدالتیں انسداد دہشت گردی کی بن رہی ہیں۔ جو بے گناہوں کو لٹکا دیتی ہیں۔ گناہ گاروں کو معاف کر دیتی ہیں۔ تگڑے لوگوں کے خلاف کوئی گواہی نہیں دیتا۔ وہ چھوٹ جاتے ہیں۔ کمزور بے گناہ پکڑا جائے تو اسے لٹکا دیتے ہیں۔ان لوگوں کو اسمبلی چاہئے اقتدار کیلئے کوئی کب تک وردی پہنے گا۔ایک دن وردی بھی اتر جائے گی۔جس حال میں آپ پہنچے ہیں۔اس کام میں جو کام ہو سکتا ہے وہ تو کریں۔ایک یہی دستور بنا دیں کہ پورے ملک میں ہر بندے کو سپاہی ہونا چاہئے۔ جس کے پاس بندوق ہے وہ چھپا کے نہ رکھے۔ ظاہر کر کے رکھے اسکی گورنمنٹ کو فیس دے۔اس سے بیروزگاری الاؤنس کتنے لوگ ہیں میری طرح کے جو فیس دے سکتے ہیں۔وہ دیں گے جو نہیں دے سکتے ان کو فری لائسنس دو اور ان کو الٹا بے روزگاری الاؤنس بھی دو۔ان کی یونٹیں بنا دو کمپنیاں بنا دو۔ ہر ایک کو دوسرے کا پتہ ہو کہاں ہے؟ اس کے باقی سارے دوستوں کو پتا ہو کہ اس نے صبح وہاں ہونا ہے، شام وہاں ہونا ہے، دن کو مزدوری کرنی ہے، شام کو ہم نے اپنی بندوقیں صاف کرنی ہیں۔صبح ہم نے مل کر نشانہ بازی کرنی ہے، آپ کو تو یہ آٹھ دس کروڑ فوج مل سکتی ہے۔اور یہی طریق تھا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم فرمایا۔سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد میں آرمی الگ ہوگئی۔ مستقل ہوگئی، لیکن اس کے باوجود تربیت جاری رہی اور جب ضرورت پڑتی تھی اعلان کر دیا جاتا تھا۔ ہر بندہ اپنا گھوڑا، اپنی تلوار، لے کے آجاتا تھا۔ پھر جرائم کم ہو جائیں لوگوں کی توجہ اور کسی طرف ہو جائے، سب کو ایک

اکیلی بچی حملہ کر کے دو سو ایرانیوں میں سے ڈیڑھ سو سے زیادہ کو قتل کر کے اپنے بھائی کو آزاد کرا کے رات سے پہلے لشکر میں پہنچ گئی۔

دوسرے کا پتہ ہو، حکومت کے لوگ اس میں سارے ہوں، کہ کس گاؤں میں کتنے لوگ ہیں؟ ان کے پاس کتنا اسلحہ ہے؟ ہر ایک آدمی آن لسٹ ہو پتہ ہو۔ لیکن افسوس ساری نمازیں پڑھنے کے باوجود، عبادتیں کرنے کے باوجود، نعرے لگانے کے باوجود، ہماری سوچ مثبت نہیں ہے میں خود کو الگ نہیں سمجھتا میں بھی آپ ہی میں سے ایک ہوں۔ شاید میرے گناہ دوسروں سے زیادہ ہوں لیکن احساس ندامت بھی تو چاہئے۔ سوچنا بھی تو چاہئے کہ اللہ نے ہمیں کیا موقع دیا ہے، کس جگہ پہنچایا ہے، وہاں ہم کیا کام کر سکتے ہیں؟ یہاں بیٹھ کر میں بھی لوگوں پر کفر کے فتوے لگا سکتا ہوں۔ میں یہاں بیٹھ کر ایک نیا فرقہ ایجاد کر سکتا ہوں۔ وہ صحیح ہے یا میں لوگوں کو درس محبت دوں۔ تو وہ بہتر کام ہے اگر اللہ کریم نے مجھے یہاں بٹھایا ہے تو یہ منبر محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ جنہوں نے الفتیں بانٹیں، محبتیں بانٹیں، میں یہاں بیٹھ کر نفرتیں کیوں بانٹوں؟ محبتیں کیوں نہ بانٹوں، میں کسی پر تنقید کرنے کیلئے نہیں کہہ رہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں میرا اللہ گواہ ہے اپنے درد دل سے کہہ رہا ہوں کہ اے اللہ ہمارے ان احباب کو جنہیں تو نے ہمارا لیڈر بنا دیا انہیں مثبت سوچ بھی عطا کر ان سے تعمیری کام لے اور اس قوم کا نصیب تبدیل فرما عالم اسلام پہ رحم فرما اور مسلمانوں کو شعور عطا فرما ان کے دلوں کو زندہ کر جب تک دل زندہ اور بیدار نہیں ہوتے انسان جانور کی طرح رہتا ہے انسان نہیں بنتا۔

وآخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

طریقہ ذکر میں غلط فہمی

فرمایا۔ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے جو سنا اس کی تعبیر اس نے اپنی پسند سے کر لی۔ کیا آپ ایک ایسا شخص یہاں پیش کر سکتے ہیں کہ اس نے دوبارہ حضرتؒ سے تحقیق کی ہو کہ جب دوسرے لطیفے پہ جائیں گے تو ''اللہ'' بھی اسی لطیفے سے اٹھا کر ''ھو'' اسی لطیفے پہ ماریں گے۔ یا اللہ دل میں آئے گا اور ھو اسی پر لگے گی۔ کوئی ایک آدمی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس نے یہ سوال کیا ہو۔ جس نے جو سنا، اس کی اپنی سمجھ میں جو آیا اس پر ایسے بیٹھ کر سر مارتا رہا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ انوارات کا ایک طوفان تھا اگر غلط کرتا رہا تو بھی اسے ملتے رہے۔ یہ تو اللہ کی عطا اور شیخ کی قوت تھی۔ اگر کرنے والا اس کی اصلاح کرے تو یہ ہوتا ہے کہ ہر سانس کے ساتھ لفظ اللہ دل میں جا رہا ہے۔ جب سانس چھوڑتے ہیں تو ھو خارج ہوا اور ھو کی چوٹ دل پر لگی۔ یہ آپ کی قوت تخیلہ کرتی ہے۔ جسم تو سانس لے رہا ہے جو اس کا کام ہے۔ اب جب آپ دوسرے لطیفے پر جاتے ہیں تو لفظ اللہ دل ہی میں جائے گا۔ جب ھو خارج ہوگی تو اس کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے گی کیونکہ Base تو سارے لطائف کا دل ہی رہے گا اور اگر اس طرح کرتے ہیں اس سے دگنے نتائج آئیں گے اور یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ اصل طریقہ یہی ہے، یہ ضروری ہے کہ Base کو نہیں چھیڑیں گے، مرکز کو نہیں چھیڑیں گے۔ تنا وہی رہے گا اس پر مختلف شاخیں پھیلتی چلی جائیں گی، الگ الگ مختلف درخت نہیں لگاتے۔ بنیاد وہی تنا ہے اور اس پر مختلف شاخیں بنتی چلی جائیں گی۔

فرمایا۔ لہذا ان فضولیات میں الجھے بغیر پوری توجہ سے، پوری دلجمعی سے ذکر دل سے کیا جائے۔ قلبی طور پر کیا جائے۔ دل کو ذاکر کرنے کے لئے اس کے ساتھ عقل کو بھی، سانس کو بھی، اپنی پوری توجہ کو بھی لگائیں۔ ہر آنے والا سانس اپنے ساتھ لفظ اللہ کو دل کی گہرائی تک لے جاتا ہوا محسوس کریں اور باہر سانس چھوڑیں تو اس کے ساتھ لفظ ھو خارج ہو اور ھو کی چوٹ اس لطیفے پر لگے جو آپ کر رہے ہیں۔ یہ ہمارا طریقہ ذکر ہے اس کا آسان سا اسلوب یہ ہے کہ لطائف پر ذکر کے وقت غفلت نہیں آنی چاہئے۔ نیند نہیں آنی چاہئے، یہ مانع فیض ہے۔

(اقتباس از کنز الطالبین)

من الظلمت الی النور

اس مبارک ملاقات میں موجودہ شیخ المکرم مدظلہ العالی نے نہایت جامع ' مختصر اور دل نشین بیان فرمایا۔ سلسلہ عالیہ میں شمولیت سے باقاعدہ ذکر خفی قلبی کرنے سے نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت بڑھنے لگی۔ معاملات درست ہونے لگے۔ رزق حلال اور حقوق العباد کا ہمیشہ خیال ہونے لگا۔

محمد اسلم عادل

اللہ کریم کا تلاشِ حق کیلئے بھی عجیب نظام ہے۔ وہ کیسے بندوں کو کہاں سے کہاں پہنچاتا ہے؟ یہ اس کا عظیم کرم ہے کہ کسی دل میں حق کی طلب پیدا فرمادے۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں آنے سے قبل بندہ بھی مختلف جگہوں پر حاضر ہوا۔ اپنے گاؤں کے نزدیک ایک شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا میں خود نماز نہ پڑھتا تھا۔ وہاں بھی نماز کی پابندی نہ دیکھ کر جانا فضول سمجھا۔ اسی تلاش کے سلسلے میں ایک اللہ کا بندہ صوفی محمد برکت علی صاحب کے پاس دار الاحسان ضلع فیصل آباد لے گیا۔ وہاں سے الحمدللہ نماز اور لسانی ذکر اذکار کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ داڑھی کی سنت مبارک رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لسانی ذکر کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مگر قلب میں تشنگی باقی رہی۔ ایسا محسوس ہوتا۔ جیسے مرض کا ابھی علاج باقی ہے۔ لسانی ذکر کے بعد غور وفکر کرتا۔ لسانی ذکر (تسبیحات) ایسا تھا جیسے دوائی کھا رہا ہوں جس سے مرض کو مکمل افاقہ نہ تھا۔ اب شدت سے احساس ہونے لگا۔ کہ کسی اور ہستی کی ضرورت ہے جو قلبی تزکیہ اور قلبی سکون سے ہمکنار کرے۔ اسی سوچ وفکر کو لئے نماز عشاء کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتا۔ تسبیحات کر کے غور وفکر کرتا۔ یہ مسجد اتفاق لاہور میں ہے جہاں کچھ لوگ آ کر ذکر خفی کرنے لگے۔ مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ دل میں اللہ اللہ کرتا رہتا کافی دن گزر گئے۔ انہوں نے پوچھا نہ میں نے کچھ عرض کی۔ وقت گزرتا گیا۔ میں باقاعدگی سے ان کے ساتھ بیٹھتا رہا۔ کیونکہ اس بیٹھنے سے مجھے سکون محسوس ہونے لگا۔ آخر ایک دن اس حلقہ ذکر کے امیر ایک کرنل صاحب نے میرا تعارف پوچھا۔ اور اگلے روز مجھے دلائل السلوک، عنایت فرمائی۔ ایک دن تھوڑا سا مطالعہ کرنے سے یہ یقین ہوگیا کہ جس حق کی طلب تھی اس کو جانے والا یہی راستہ ہے۔ میرا اشتیاق اور بڑھا، طریقہ ذکر پوچھا باقاعدگی سے ذکر شروع کر دیا۔ قلبی سکون میسر آنے لگا۔ حتیٰ کہ دنیاوی مسائل بھی آسان ہونے لگے۔ اللہ کریم کا مزید کرم ہوا کہ انہی دنوں حضرت جیؒ اور موجودہ شیخ المکرم مدظلہ العالی لاہور تشریف لائے۔ الحمدللہ ظاہری بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور مصافحہ کرنے کا مبارک موقع نصیب ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ دیکھتا ہوں کہ اُسی رات ہر ہر کروٹ پر احدیت، معیت اور اقربیت کا بڑا واضح مشاہدہ کر رہا ہوں ان مقدس مقامات کے مختلف اور نہایت خوبصورت نقوش اور وہاں تشریف فرما مقدس ہستیوں کی دھندلی سی تصویریں میرے قلب وذہن میں آج بھی موجود ہیں۔

باقاعدگی سے ذکر کرنے پر قلبی اطمینان وسکون نصیب ہونے لگا تو میں نے سمجھا کہ یھی میری منزل اور میرا حاصل ھے

حضرت جیؒ کی پہلی ملاقات میں چند جملے جو پنجابی زبان میں تھے۔ زندگی بھر کے لئے تبدیلی کا باعث بن گئے۔ اُن کے فرمان کا مفہوم یہ تھا کہ پچاس سال ہوگئے ہیں میں نبی ﷺ کی

خدمت میں رہتا ہوں۔ اُدھر کسی پیر وفقیر کا رُخ نہیں۔ دین کے نام پر سب دکانداریاں ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا۔ رزق حلال اور حقوق العباد (ذاتی معاملات کی درستگی) کا ہمیشہ خیال رکھو۔ اُسی مبارک ملاقات میں موجودہ شیخ المکرّم مدظلہ العالی نہایت جامع مختصر اور دل نشین بیان فرمایا۔ ساری باتیں دل میں اترتی گئیں۔ حق الیقین نصیب ہوگیا۔ کہ وہ صراط مستقیم مل گیا۔ جس کی ایک مدت سے تلاش تھی۔ تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت جیؒ رحلت فرما گئے۔ جس کا انتہائی صدمہ ہوا۔ مگر موجودہ شیخ المکرّم مدظلہ العالی کی تجدید بیعت سے تشفی ہوگئی۔ سلسلہ عالیہ میں شمولیت سے باقاعدہ ذکر خفی قلبی کرنے سے نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت بڑھنے لگی۔ معاملات درست ہونے لگے۔ انگلش میڈیم ادارے میں پڑھاتا ہوں۔ پتلون ٹائی لازمی تھی۔ بندہ نے قومی لباس اختیار کیا۔ اس لباس میں داڑھی سے نفرت کی جانے لگی۔ مگر اللہ کا کرنا ہوا کہ حکومت وقت کی طرف سے قومی لباس کا حکم آ گیا۔ سلسلے کی برکت سے اللہ نے استقامت نصیب فرمائی۔ 16,15 آدمی سلسلے میں شامل ہو گئے سینئر ہیڈ ماسٹر بھی سلسلے میں شامل ہوئے۔ اس وقت کے پرنسپل کی شیخ المکرّم مدظلہ العالی سے ملاقات کروائی گئی۔ ادارے کے دو ملازم اب حضرت شیخ المکرّم مدظلہ العالی کے سیکورٹی گارڈز میں سے ہیں۔ سلسلے کی برکت سے بیوی دو بیٹے اور ایک بیٹی گویا گھر کے پانچوں افراد سلسلہ عالیہ میں شامل ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے اجتماعات میں خیر و برکت کا عجیب نظارہ ہوتا ہے۔ رحمتوں کی بارش ہوتے محسوس ہوتی ہے۔ سکون واطمینان کا ایسا منظر دیکھا جس کا زندگی میں تصور نہ تھا اُسی منظر کو زندگی کا توشہ راہ بنالیا ہے اور شدت سے آرزو اور تمنا لئے پھرتا ہوں کہ اللہ کریم کب موقعہ نصیب فرمائے! کہ نفاذِ اسلام کیلئے اپنی جان پیش کرسکیں۔ زندگی میں بہت کمیاں اور گناہوں کی الائشیں موجود ہیں سلسلہ عالیہ کی برکت سے اصلاح احوال کے لئے کوشاں ہوں۔ اللہ کریم سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے سلسلہ عالیہ اور الاخوان کیساتھ بندہ گنہگار کو، اولاد اور نسلوں کو قبول فرمائے۔

لسانی ذکر کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مگر قلب میں تشنگی باقی رہی۔ ایسا محسوس ہوتا جیسے مرض کا ابھی علاج باقی ہے

اس دنیا موت اور بعد از موت دنیا میں بھی سلسلہ عالیہ کی معیت نصیب فرمائے۔ امین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

ہے خاصہ تصوف کہ لطافت آ ہی جاتی ہے

دلِ انساں پہ عصیاں سے کثافت آ ہی جاتی ہے
مگر ذکر الٰہی سے لطافت آ ہی جاتی ہے
خُدا کے نام کی ضربیں پڑیں جو کوہ عصیاں پر
مصفٰے کر کے چھوڑیں گی لطافت آ ہی جاتی ہے
کہیں بے ذوق بھی تعتیں مرے مُرشد نے فرمایا
ہے خاصۂ تصوّف کہ لطافت آ ہی جاتی ہے
کہاں سے سیکھا مُسکانا کلی سُن کے لگی کہنے
"خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے"
یہ اہل اللہ پہ شیطاں کا بڑا ہے کارگر حملہ
دلوں پہ جب تکبّر کی کثافت آ ہی جاتی ہے
خدائے لَم یزُل کے خوف سے جو دل بھی تھرایا
تو ایثار و مودّت اور سخاوت آ ہی جاتی ہے
کبھی بھی تُم گرفتِ رب سے نہ بے خوف ہو جانا
پکڑتا ہے جسے وہ جب تو شامت آ ہی جاتی ہے
ملے گا فیض جس دل کو نبیؐ کے قلبِ اطہر سے
تو آئے اس میں اِستغنا قناعت آ ہی جاتی ہے
جو آئی موت کی ہچکی تو گویا چھن گیا پرچہ
نتیجہ کے سُنے جانے کی ساعت آ ہی جاتی ہے
مٹا دیتا ہے تیرا رب اویسی کوہ عصیاں بھی
کئے پہ جس گھڑی تجھ کو ندامت آ ہی جاتی ہے

☆.........انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ

عشق الٰہی

یہ دعویٰ کیسے کرتے ہیں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کر رہا ہوں۔ اگر گواہی نہیں ہے شہادت نہیں ہے ثبوت ہی نہیں ہے تو دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟ جواب میں محبت کیسے ملے گی؟ اور جب اُس کی محبت جواب میں نصیب ہو جاتی ہے۔ تو دنیا اور آخرت کے سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ ایک عجیب سرشاری ایک عجیب کیف نصیب ہوتا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

اِنَّ اللّٰہ اشْتَرٰی مِنَ الْمُومِنِینَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الجَنَّتہ ط یُقَاتِلُونَ فی سَبیل اللّٰہِ فَیَقْتُلُونَ وَیُقْتَلُونَ قف وَعْداً عَلَیْہِ حَقاً فِی التَّورٰۃِ وَالْاِنجِیلِ وَلْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفیٰ بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبیعِکُمُ الذی بَایَعْتُمْ بِہٖ ط وَذٰلِکَ ھُوَا لْفَوْزُ الْعَظِیمُo

آجکل تو سائنس بہت ترقی کر چکی ہے۔ طول بلد اور عرض بلد کا حساب اور فاصلے جمع تفریق کر کے چاند کی منازل کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ بہر حال ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کو منظور ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ہر نماز اِس طرح سے ادا کرو کہ گویا یہ زندگی کی آخری نماز ہے کہ کسی کے پاس سند نہیں کہ اگلی نماز تک پہنچے گا۔ وہ ایسا کریم ہے کہ اُس نے انسان کو نابود سے بود کیا۔ اور عدم سے وجود میں لایا۔ مشتِ غبار سے اُس کا تن خاکی بنایا اور اُس میں اپنے اَمر کی روح ڈالی۔

قل الروح من اَمر رَبی. اَمر صفاتِ الٰہی میں سے ہے اور صفات باری جس طرح ذاتِ باری ازلی وابدی اور قدیم ہے۔ اُسی طرح صفات بھی ازلی ابدی اور قدیم ہیں۔ تو انسانی روح عالم اَمر سے ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ بندے کے پاس ہے سب کچھ اُس کی عطا ہے۔ غنی اور فقیر سب اُس کی نعمتوں سے بہرہ مند ہیں۔ ہم غنی کی دولت کو تو دیکھتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ دولت مند کھانے پینے تک سے مجبور اور معذور ہوتے ہیں۔ مختلف امراض کے باعث مختلف چیزیں نہیں کھا سکتے۔ جبکہ ایک عام مزدور روکھی سوکھی کھا کر صحت مند رہتا ہے۔ ہمارے پیمانے، ہمارے محدود علم اور محدود حوصلے کے مطابق ہیں۔ اگر ہم دیکھیں تو دولت مند کی نسبت غربت ایک ایسی نعمت ہے۔ جو بہت سے ایسے گناہوں سے بچا لیتی ہے۔ جو دولت کے علاوہ نہیں ہو سکتے لہذا ہر بندہ ہر حال میں اُس کا عنونِ احسان ہے۔ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اُس کا دیا ہوا ہے۔ طاقت گویائی ہے۔ یا چشم بینا ہے، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے یا چلنے پھرنے کی قوت، اولاد ہے، مال و دولت ہے، گھر بار ہے اور یہ سب کچھ وہ ہے جو اُس نے بن مانگے عطا کیا ہے۔ یعنی یہ بے حساب نعمتیں وہ ہیں جنہیں مانگنے کا شعور انسان میں ابھی نہیں تھا تو اُسے یہ نصیب تھیں۔ ماں کی گود نصیب تھی۔ باپ کی شفقت نصیب تھی، زندگی کے اسباب نصیب تھے، حالانکہ وہ انہیں سمجھنے سے قاصر تھا اور اس خالق نے یہ بے پناہ نعمتیں، بخششیں اور مفت بخششیں اور مانگے بغیر عطا کیں۔ پھر اُن نعمتوں کو اپنا مد مقابل بنا دیا۔

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر آتا ہے پروانہ

کہ پروانہ شمع پہ نثار ہوتا ہے یا رُخ انور کی طرف آتا ہے۔ تو ان چیزوں کو ایک ایسی شمع بنا دیا جو ظاہری نگاہ سے نظر آتی ہیں۔ ایک ایسی دولت بنا دی جسے ہمارا بدن محسوس کرتا ہے۔ ہمارا ذہن سوچتا ہے، ہماری آنکھ دیکھتی ہے، لیکن اپنی ذات کو چونکہ اُس کی ذات ماوراء ہے انسانی ذہن مخلوق ہے، انسانی علم مخلوق ہے، انسانی سوچ مخلوق ہے، اور وہ خالق ہے مخلوق کی حد ہوتی ہے اور خالق حدود سے بالاتر ہے۔ اب لا محدود جو

ہے وہ محدود میں کیسے سما سکتا ہے؟ یہ ایک عجیب فلاسفی ہے کہ ہماری عقل وشعور' ہمارا فہم رسا' اُسے سوچ نہیں سکتا' ہم چھو نہیں سکتے۔ ہم اُس کی کوئی مثال نہیں بنا سکتے' تو پھر مقابلہ کیسے ہوگا؟ جب ہمارے بس میں ہی یہی اسباب دنیا ہیں۔ جب ہماری نگاہوں میں یہی مال وزر ہے۔ جب ہمارے حواس خمسہ میں اس کی لذت اور اس کا جمال ہے تو مقابلہ کیسے ہوگا؟ وہ کریم ہے اُس نے دوسری طرف ادھر اگر سورج کو طلوع فرمایا۔ اُدھر شمسِ نبوت کو طلوع فرمادیا۔ ایک سورج طلوع ہوتا ہے تو نظام کائنات میں اُس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ بادل اُسی کی وجہ سے بنتے ہیں۔ گرمی' اور حرارت وہ باہم پہنچاتا ہے۔ کھیتیاں اور بیج اُس کی حرارت سے اُگتے ہیں۔ جانوروں کے جسم اُس کی گرمی سے نشو ونما پاتے ہیں۔ نباتات' جمادات' حیوانات' ہر چیز اُس کی تمازت سے متاثر ہوتی ہے۔ چاند' ستارے' اُس سے روشنی حاصل کرتے ہیں یعنی کائنات کو چلانے کی جو مرکزی حیثیت ہے وہ سورج کی ہے اور اگر اس شمس ظاہری نے اتنا حسن بانٹا ہے کہ زمین میں جو تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں تو مختلف ذرات جنہیں آج سائنس کی زبان میں ایٹم کہا جاتا ہے۔ مختلف ذرات یا مختلف ایٹم جب ایک نسبت سے اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ سونا بن جاتا ہے۔ کسی دوسری نسبت سے اکٹھے ہوتے ہیں تو چاندی بن جاتی ہے۔ کسی تیسری نسبت سے اکٹھے ہوتے ہیں تو تانبا بن جاتا ہے۔ کسی اور نسبت سے اکٹھے ہوتے ہیں تو ہیرا بن جاتا ہے۔ ہوتا وہی ایٹم ہی ہے جس چیز کو آپ توڑیں اُسے توڑتے چلے جائیں آخر میں ایٹم ہی رہ جائے گا۔ ہیں وہی ذرات خاکی۔ اس طرح کسی اور طرح سے جمع ہوتے ہیں تو نباتات بن جاتے ہیں' جمادات بن جاتے ہیں' وجود حیوانی بن جاتے ہیں' درندے' پرندے بن جاتے ہیں' اس طرح سے انسانی ایٹم بھی جمع ہوتے ہیں اور اُن سب کو ازل سے مقدر کردیا اتفاقاً نہیں بنتا ہے'

وہ کوئی اور قوم ایسی پیدا کر دے گا جن سے وہ خود محبت کرے گا اور وہ اُس کی محبت میں دیوانے ہو جائیں گے۔

بلکہ ہر ایٹم کو وہیں پہنچنا ہے جہاں اُسے خالق نے پہنچانا ہے۔

د وخاک و آب و آتش بندہ اند
با من و تو مردہ باحق زندہ اند

ہوا' پانی' آگ' مٹی' ہر چیز اُس کا حکم بجالاتی ہے۔ میرے اور آپ کے لئے مردہ ہیں۔ اُس کے لئے وہ زندہ ہیں۔ اُس کی بات سنتے ہیں۔ اُس کا حکم بھی مانتے ہیں۔ جواب بھی دیتے ہیں۔ تو ہر ایٹم کو یہ پتہ ہے کہ اُسے کہاں پہنچنا ہے اور اگر اُسے نہیں پتہ تو اس نظام کو پتہ ہے کہ اس ایٹم کو کہاں لے کے جانا ہے لہذا جس ذرے کو میرے وجود کا حصہ بننا ہے وہ ہزاروں صورتیں اختیار کرے گا شاید وہ دھان کی فصل میں چاول بن کر اُگے' شاید وہ کسی پھل دار درخت پر پھل بن کر لگے' شاید وہ کسی جانور کا چارا بنے' اور اُس کا دودھ بن کر مجھ تک پہنچے۔ شاید وہ اُس کے گوشت کی شکل میں پہنچے جتنی صورتوں سے گزرے گا بالآخر اُس وجود پر جا کر اٹکے گا۔ جہاں اُسے پہنچنا ہے۔ وہی ایٹم سبزے کی صورت اختیار کرلیں گے' سبزہ جانور چر جائے گا۔ جانور دودھ دے گا' دودھ سے گھی بنے گا۔ چلتے پھرتے وہ ایٹم جس وجود کے ہیں۔ اُس وجود تک پہنچیں گے اور ایسا پکا اہتمام ہے کہ کسی دوسرے وجود کا ایک ایٹم کسی دوسرے وجود کے پاس نہیں جاتا۔ اتنی بے شمار عطا کے بعد اور اتنی نعمتوں کے بعد پھر کہتا ہے۔

کہ یہ بات مان لو کہ یہ مال و دولت یہ اسباب دنیا یہ میرا ہے تمہارا نہیں ہے۔ یہ مجھے لوٹا دو اگر تم مجھے یہ لوٹا دو گے تو میں تمہیں تمہارے گھر پہنچادوں گا۔ انسان کا گھر کیا ہے؟ اللہ کی جنت۔ جنت کے بارے جو تفصیلات قرآن حکیم میں آئی۔ جو اوصاف جنت کے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ حق یہ ہے کہ جنت کو سمجھنے کے لئے' جو خوش نصیب جنت میں جائیں گے۔ وہی جنت کی نعمتوں کو سمجھ پائیں گے۔ اس دنیا میں رہ کر سمجھنا ممکن نہیں ہے ہماری سوچ اور ہمارے خیال سے بالاتر ہے لیکن آخر جنت ہے کیا؟ ایک بندہ مومن کا گھر ہے۔ اللہ کے بندوں کی رہائش گاہ ہے اور بے پناہ نعمتوں کے بعد جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر جنتی کو اللہ کا

دیدار براہِ راست نصیب ہوگا۔ جنت میں بے حساب نعمتیں ہیں، بے شمار نعمتیں ہیں، جنہیں ہم سوچ نہیں سکتے۔ ہم گن نہیں سکتے، کہ اگر ایک کھانا کوئی جنتی کھا رہا ہے اُس کھانے کا ایک لقمہ کھائے گا۔ تو اُس میں جتنی لذت ہوگی اُس کھانے کے دوسرے لقمے میں اُس سے زیادہ لذتیں ہوں گی۔ اُس کے تیسرے لقمے میں اُس سے زیادہ لذتیں ہوں گی۔ کوئی بیمار نہیں ہوگا۔ کسی کو گرمی، سردی، کچھ نہیں کہے گی ہمیشہ ہر حال میں ہر آدمی خوش رہے گا ہر موسم اُس کی پسند کے مطابق اور اُس کے مزاج کے مطابق ہوگا۔ یہ کہاں تک کوئی گنتا چلا جائے۔ ایک ایسی زندگی، ایک ایسا عالم، جہاں دُکھ کا گزر نہیں۔ کسی بھی طرح کی پریشانی کا گزر نہیں ہے۔ فرمایا آؤ پھر سودا کرتے ہیں جنت بھی میری ہے، میں نے بنائی ہے، جہان بھی میرا ہے۔ میں نے بنایا ہے۔ تم بھی میرے ہو، میں نے تمہیں بنایا ہے۔ نعمتیں بھی میری ہیں میں نے تمہیں دی ہیں۔ آؤ میرے ساتھ سودا کر لو، یہ نعمتیں استعمال تم ہی کرو۔ میری سمجھ کر کرو۔ میں تمہیں بدلے میں جنت دیتا ہوں۔

اِنَّ اللّٰہ اشتریٰ مِنَ المومنین اَنْفُسَهُمْ
وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الجَنَّۃَ ط

اللہ نے مومنوں کے ساتھ سودا کیا کہ جان و مال تمہارا نہیں، میرا ہے اور جنت تمہاری ہے۔ اب سودا ہو گیا۔ تو چاہیے تھا کہ وہ تمام مومنین کا جان و مال اُٹھا لیتا، سلب کر لیتا، فرمایا نہیں، مجھے ضرورت نہیں ہے۔ استعمال تم ہی کرو۔ تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ میری پسند کے خلاف استعمال کرو۔ جب چیز میری ہے سودا ہوگیا۔ میں نے تمہیں مفت دی تھی۔ پھر میں نے تم سے قیمتاً خریدی۔ اب اس کے بعد بھی اگر تم میری مرضی کے خلاف استعمال کرو تو پھر تم ہی بتاؤ کیا تم سزا کے مستحق نہیں ٹھہرو گے؟ وہ بے نیاز ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ اگر تم سودے سے مکر بھی جاؤ تو کیا بگڑے گا؟

عسیٰ ان یاتی اللّٰہ بقوم یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْ نَه'

وہ کوئی اور قوم ایسی پیدا کر دے گا۔ جن

> **جس شخص سے آپ دل سے محبت کرتے ہیں، وہ کبھی آپ سے نفرت نہیں کرتا اور جسے آپ دل سے اچھا نہیں سمجھتے، اس کی کتنی خوشامد کرتے رہیں وہ کبھی دل سے آپ کو اچھا نہیں سمجھتا۔**

سے وہ خود محبت کرے گا اور وہ اُس کی محبت میں دیوانے ہو جائیں گے۔ یُجٰهِدُوْنَ فِی سَبِیلِهٖ. اُن کا جینا مرنا، اللہ کی راہ میں جہاد ہوگا۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بُرائی کے خلاف بھلائی کے لئے کوشاں رہیں گے پھر اگر کبھی ایسا موقع آیا کہ ظلم چھا گیا اور بغیر جان دیئے اُس کا ہٹنا ممکن نہیں ہے اور تلوار کی ضرورت پیش آئی تو فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ. پھر وہ قتال بھی کرتے ہیں جانیں بھی دیتے ہیں۔ گردنیں بھی کٹائیں گے اور فرمایا۔ لا یَخَافُوْنَ لومتہ لائم. کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

یہاں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ پہلی بات یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْ نَه'۔ وہ کسی نے اردو میں اس کا مفہوم ایک شعر میں بیان کیا کہ

اُس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترکِ تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

فرماتا ہے میں ایک اور قوم پیدا کر دوں گا۔ ایسے جن سے میں محبت کرتا ہوں گا محبت اور پھر محبت الٰہی جواب چاہتی ہے۔ دلوں کی اپنی زبان ہوتی ہے۔ دلوں کا اپنا جہان ہوتا ہے۔ دلوں کے اپنے رابطے ہوتے ہیں ماں بچے سے محبت کرتی ہے لیکن اُسے کبھی مارتی بھی ہے تو بچہ چھوڑ کر چلا نہیں جاتا۔ اُسے پتہ ہے وہ رشتہ جو محبت کا ہے اُسے وہ جانتا ہے۔ جس سے ہم محبت نہیں کرتے اُس کی خوشامد بھی کرتے رہیں تو وہ جواب میں ہم سے محبت نہیں کرتا۔ وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں دیکھ لیں۔ جس شخص سے آپ دل سے محبت کرتے ہیں وہ کبھی آپ سے نفرت نہیں کرتا اور جسے آپ دل سے اچھا نہیں سمجھتے، اُس کی کتنی خوشامد کرتے رہیں وہ کبھی دل سے آپ کو اچھا نہیں سمجھتا۔ چونکہ دلوں کا ایک الگ جہان ہے۔ دلوں کی ایک اپنی زبان ہے، دلوں کے اپنے ذرائع ہیں بات پہنچانے کے اور بات لینے کے۔

دل را با دل را حیست

دلوں کو راحت ہوتی ہے۔ اگر انسانی محبت جواب میں محبت پاتی ہے تو جس سے اللہ

کرے اگر انسانی محبت میں اتنی قوت ہے کہ وہ جواب میں محبت پاتی ہے تو جن سے اللہ محبت کرے اُن کا کیا عالم ہوتا ہوگا؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ محبت کس سے کرے کیوں کرے؟ کیسے ہم محبت الٰہی کو پالیں؟ وہ مقام کیسے نصیب ہو؟ نبی کریم ﷺ نے اِس کا جواب دیا۔ قرآن نے اِس کا جواب دیا۔ خود اللہ نے اِس کا جواب دیا۔ سوال تو بہت اہم ہے کہ بھئی اللہ ایسی قوم پیدا کر دے گا۔ جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور وہ جواب میں اللہ کی محبت میں دیوانے ہو جائیں گے۔ یہ سب کچھ وار دیں گے۔ اُس کی فرمانبرداری کریں گے۔ زندگی اُس کی راہ میں مجاہدانہ گزاریں گے۔ جان دینی پڑی تو جان دیں گے' مال دینا پڑا تو مال دیں گے' گھر قربان کرنا پڑا تو کر دیں گے' لیکن پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اِس لئے کہ اُن کے پاس محبتِ الٰہی کی ایک طاقت ہوگی۔ جو اللہ کو اُن سے محبت ہے۔ یہی تو کمال ہے جنہیں وہ پیدا ہی اپنی محبت دے کر کرے گا۔

عسیٰ ان یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ

ایسے لوگ پیدا کر دے۔ جن سے وہ محبت کرتا ہے اُن کا تو مسئلہ حل ہوگیا۔ ہم سے وہ کیسے محبت کرے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اگر اُن سے محبت کرتا ہے تو بارِ الٰہی تو بے نیاز ہم سے ہی محبت کر لیتا کہ ہم بھی تیری محبت میں دیوانے ہو جاتے نہ تجھے ہمیں منانے کا تکلف کرنا پڑے' ایک نئی مخلوق پیدا کرنے کا' اور نہ ہمیں تیری بارگاہ سے محرومی ہو۔ ہم ہی تیرے نام پہ کٹ مریں' قربان ہو جائیں۔ بڑا خوبصورت جواب دیا۔ فرمایا میرے حبیب ﷺ اِن لوگوں کو کہہ دو۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ. اِن سے کہو اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے فاتبعونی. تو میرا اتباع اختیار کرلو۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کر لو۔ میرے نقش قدم کو حرزِ جان بنالو' کبھی میرا دامن تمہارے ہاتھ سے نہ چھوٹے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ یُحبِبْکُمُ اللّٰہ. اللہ تم سے محبت کرنا شروع کر دے گا۔ پھر کسی اور کی ضرورت پیش نہیں آئے گی' پھر وہ تمہیں سے محبت کرنا شروع کر دے گا اور زندگی کے دُکھ تو کیا' زندگی کی پریشانیاں تو کیا' موت تک کو شکست دے جاؤ گے۔

> **اگر میرا حکم غلط تھا تمہارا فیصلہ صحیح تھا اور یہ واقعی جہاد تھا تو شہید تو زندہ ہوتے ہیں پھر ایک دفعہ میرے ساتھ ہاتھ ملانو تو اُس شہید نے ہاتھ کھڑا کر دیا۔**

افغانستان میں جہاد ہو رہا تھا ایک رسالہ مجاہدین کے واقعات نقل کیا کرتا تھا۔ اُس کے سارے واقعات چشم دید روایات پہ ہوتے تھے۔ لوگوں کی زبان روایت کرتا تھا۔ جو موقع پر موجود تھے تو ایک واقعہ بے شمار واقعات میں نے پڑھے چونکہ میرے پاس بھی وہ آتا تھا ایک چھوٹا سا واقعہ تھا کہ ایک نوجوان طالب علم مدرسے میں تھا۔ باپ کو گمان تھا کہ یہ عالم بن جائے گا اور زندگی کے لئے کچھ آسائشیں مہیا ہو جائیں گی۔ اُس نے جہاد کی اجازت چاہی' باپ نے اجازت نہ دی' وہ بغیر اجازت چلا گیا۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ کچھ دن جہاد میں جتنا عرصہ اللہ کو منظور تھا رہا' پھر ایک دن شہید ہوگیا تو جو قریبی علاقوں کے لوگ تھے اُن کے شہداء کی میتوں کو وہ لوگ کوشش کر کے اُن گھروں تک پہنچا دیتے تھے۔ تو تیسرے یا چوتھے دن وہ شہید ہو کر واپس گھر پہنچا۔ اب باپ بھی افغان تھا' اب وہ بھی تکڑے مزاج کا آدمی تھا۔ سارے لوگ زیارت کر رہے تھے تو وہ بھی جا کر کھڑا ہوگیا۔ جب اُس نے کہا دیکھو تم نے میری نافرمانی کی' مجھے دھوکا دیا' لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کی اطاعت کے مقابلے میں مخلوق کی اطاعت کی کوئی حیثیت نہیں۔

لاطاعتہ المخلوق فی فعصیتہ اللّٰہ. اللہ کا حکم چھوڑ کر کسی بندے کا حکم ماننا کسی طرح جائز نہیں۔ اگر میرا حکم غلط تھا تمہارا فیصلہ صحیح تھا اور یہ واقعی جہاد تھا۔ تم واقعی شہید ہوئے ہو' پھر تو میرا فیصلہ غلط تھا تمہیں جانا چاہئے تھا۔ میں تو اس کو جہاد سمجھ نہیں رہا تھا لیکن اگر یہ صحیح تھا تو شہید تو زندہ ہوتے ہیں' پھر ایک دفعہ میرے ساتھ ہاتھ ملاؤ اور وہ لکھتا ہے کہ اُس شہید نے ہاتھ کھڑا کر دیا۔ یہ اگلے زمانے کی باتیں نہیں' آج کی بات ہے۔ کہ وہ خوش نصیب جو محبت الٰہی کو پالیتے ہیں وہ آج بھی ہیں' آئندہ بھی رہیں گے' جب تک یہ سورج چمکتا رہے گا یہ حُسن کا جمال اور یہ عشق کی گرمی تب تک

رواں دواں رہیں گے۔ جب تک کائنات کی نبضیں رُک نہیں جاتیں' دلوں کے جہانوں کو کوئی اُجاڑ نہیں سکتا' یہ آباد رہیں گے' یہ الگ بات کہ کون بدنصیب چھوڑ دیتا ہے۔ کون خوش نصیب اُس سے فیض یاب ہوتا ہے۔

تو اصل بات محبتِ الٰہی ہے اور بندے کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے ہاں وہ سوچ سکتا ہے۔ وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ مجھے اللہ کی محبت چاہیئے۔ وہ یہ طے کر سکتا ہے کہ اُس کے سامنے ایک جہان ہے' آسائشیں ہیں' دولت ہے' اقتدار و اختیار ہے' پھر اُسے چننا پڑتا ہے کہ اس میں سے کیا منتخب کروں؟ اگر وہ عشق الٰہی پہ ہاتھ رکھتا ہے اور یہ طے کر لیتا ہے۔ کہ مجھے اللہ کی محبت چاہیے تو کام تو محمد رسول اللہ ﷺ نے آسان فرما دیا۔ خود اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا میرے حبیب ﷺ اِن سے فرما دیجئے۔ اگر تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ مجھ سے محبت کرو گے۔

فـاتبعُونی. میرا اتباع اختیار کرو۔ میری غلامی میں آ جاؤ۔ زندگی کو میری سنت کے سانچے میں ڈھال دو۔ میرے نقشِ قدم کو حرزِ جان بنالو۔ یُحبِبْکُم اللّٰہ. پھر اللہ تم سے عشق کرے گا اور پھر جب اللہ تم سے محبت کرے گا۔ یغفر لکُم ذنوبکُم. انسان ہوتے ہوئے تم گناہ کرو گے وہ بخشتا چلا جائے گا۔ تم سے خطائیں ہوں گی' وہ تمہیں معافیاں دے گا۔ دیکھیں انسان فرشتہ نہیں بن سکتا اور نہ قدرت کو اسے فرشتہ بنانا منظور تھا۔ اس لئے انسان پیدا کیا ورنہ وہ فرشتہ ہی پیدا کر دیتا اگر اُسے منظور ہوتا۔ انسان فرشتہ نہیں بن سکتا' اُس کا مزاج انسانی رہتا ہے۔ اُس کی طبیعت کے تقاضے انسانی رہتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ کوئی بہت بڑا گناہ کیا جائے' کوئی بھی نافرمانی اس حساب سے بڑی نہیں ہوتی کہ اُس کا حجم کتنا ہے' نافرمانی' اُس ذات کے حساب سے بڑی ہوتی ہے۔ کہ کس کی نافرمانی کی گئی۔ ایک حکم ہم پٹواری کا نہیں مانتے اُس کی حیثیت اور ہے۔ وہی بات تحصیلدار کہتا ہے ہم نہیں

اللہ کی بارگاہ میں کوئی لغزش چھوٹی نہیں ہے ہر لغزش بڑا گناہ ہے۔ بتقاضائے بشریت فرمایا تم سے لغزشیں ہوں گی وہ درگزر فرمائے گا۔

مانتے حیثیت بدل جاتی ہے۔ بات ایک ہے وہی بات سیشن جج کہتا ہے ہم نہیں مانتے حیثیت بدل جاتی ہے۔ یعنی ذات کے ساتھ نافرمانی کی نسبت ہوتی ہے۔ کہ کس کی نافرمانی کی گئی تو اس حساب سے بڑی ہو جاتی ہے تو اللہ کی بارگاہ میں کوئی لغزش چھوٹی نہیں ہے ہر لغزش بڑا گناہ ہے۔ بتقاضائے بشریت فرمایا تم سے لغزشیں ہوں گی وہ درگزر فرمائے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہوتے ہیں تو دل کی کیفیت اور ہوتی ہے۔ گھر جاتے ہیں تو کاروبار میں' بچوں کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں تو وہ کیفیت نہیں رہتی۔ بشری تقاضے اُبھر آتے ہیں۔ کام کاج کی ضرورت کا احساس زیادہ ہو جاتا ہے اور چیزیں آ جاتی ہیں۔ فرمایا اگر تمہارا مزاج یہی رہتا جو میرے پاس بیٹھ کر ہوتا ہے تو اللہ تمہیں اٹھا لیتا اور تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کر دیتا۔ جو پھر غلطیاں کرتی اور پھر اُس سے بخشش کی اور مغفرت کی طالب ہوتی۔ وہ پھر کوئی ایسی مخلوق پیدا کر دیتا جس سے پھر لغزشیں ہوتیں اور پھر وہ روتی اُس کے دروازے پہ آتی' پھر وہ اُن کے آنسو پونچھتا۔ یہی بات ارشاد فرمائی گئی۔

اِن کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی. فیصلہ تمہارا ہے' طے تمہیں کرنا ہے کہ تمہیں اللہ کی محبت چاہیئے۔ اگر تم نے طے کر لیا کہ مجھے اللہ کی محبت چاہیے تو فرمایا پھر میری غلامی اختیار کر لو۔ جو میں کہوں کرو جہاں سے روک دوں رُک جاؤ۔

مَـا اٰتٰـکُـمُ الـرسـول فَخذُوہُ وَمَا نَھٰکُم عنہ فانتھوہ'. جو میرا نبی ﷺ کہہ دے وہ کرو۔ جہاں سے روک دے جس چیز سے منع کر دے وہ نہ کرو۔ یار ہم عجیب لوگ نہیں ہیں' چند روز مرہ زندگی میں طبیب اور ڈاکٹر ہمیں کتنی کڑی پرہیز بتاتے ہیں اور ہم کتنی باقاعدگی سے کرتے ہیں۔ تمہیں سبزی نہیں کھانی' تمہیں گوشت نہیں کھانا' تمہیں دال نہیں کھانی' وہ دال نہیں کھا رہا' وہ سبزی نہیں کھا رہا' وہ گوشت نہیں کھا رہا' کیوں؟ تمہیں شربت نہیں پینا' تمہیں میٹھا نہیں کھانا' تمہیں چینی نہیں کھانا' کمال ہے

بندہ چینی کھانا چھوڑ دے یا میٹھا کھانا چھوڑ دے۔ ساری زندگی پھیکی ہوگئی۔ ساری غذائیں پھیکی ہو گئیں۔ ہم چھوڑ دیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے تو زندگی کی کسی لذت سے روکا بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے تو سب سے مزے دار زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے اور اُن چیزوں سے روکا ہے جو ہمارے لئے سم قاتل ہیں۔ اُن چیزوں سے نہیں روکا' جو ہمارے لئے زندگی میں لطف اور لذت پیدا کرتی ہیں۔ اُن سے روکا ہے جو زندگی کو بے لطف کر دیتی ہیں۔ پھر وہ پرہیز ہم پہ بھاری پڑتی ہے اور اگر ہم اتنا نہیں کر سکتے تو یہ دعویٰ کیسے کرتے ہیں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کر رہا ہوں۔ اگر گواہی نہیں ہے' شہادت نہیں ہے' ثبوت ہی نہیں ہے تو دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟ جواب میں محبت کیسے ملے گی؟ اور جب اُس کی محبت جواب میں نصیب ہو جاتی تو دنیا اور آخرت کے سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ ایک عجیب سرشاری ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے۔

چوں فقر اندر عبائے شاہی آور
تر تدبیر عبید اللہ آمد

حضرت عبید اللہ احرار نسبت اویسیہ کے عظیم مشائخ میں سے ہیں۔ آپ بہت بڑے زمیندار تھے اور بہت بڑا کام تھا۔ اُس زمانے میں جب ٹریکٹر نہیں تھے تو ایک سو جوڑا بیلوں کا آپ کی زمینوں پہ ہل چلایا کرتا تھا گویا صرف ہل ہل پر ایک سو خاندان اور پلتا تھا۔ اور ایک سو جوڑے ہل چلانے کا مطلب وسیع جاگیر تھی۔ اب اُس کے اور انتظامات' اجناس کی خرید و فروخت' اجناس کے ذخائر اور اُن کے منشی' اُن کے محاسب' تو ایک وسیع کاروباری سلسلہ تھا۔ فجر کی نماز ادا کر کے بیٹھے تھے' ایک دوست نے کہا کہ حضرت اس سال تو حج پہ چلنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں خادم سے کہتا ہوں کہ میرا اسباب سفر میرا زادِ راہ لے آئے۔ تم بھی اپنا جا کے لے آؤ' چلتے ہیں اچھی بات ہے تو وہ پریشان ہو گیا۔ اُس نے کہا حضرت میں نے تو اس لئے

جب عشق الٰہی نصیب ہو جاتا ہے تو زندگی اور موت کے فاصلے مٹ جاتے ہیں۔ کسی بھی لمحے موت آئے تو بندہ پریشان نہیں ہوتا بلکہ تیار بیٹھا ہوتا ہے

کہا تھا کہ آپ اتنے مصروف ہیں اور آپ کا اتنا وسیع کاروبار ہے۔ آپ تو اس سے نکل ہی نہیں سکیں گے اور آپ معذرت کریں گے' آپ نے تو الٹا مجھے مصیبت میں ڈال دیا۔ میں تو واقعی کہہ نہیں رہا تھا میں تو آپ کی آزمائش کر رہا تھا تو انہوں نے فرمایا تم بے وقوف ہو۔ میری دولت صرف عشق الٰہی ہے۔ باقی یہ سب اُس کا ہے میری ذمہ داری لگا دی کہ میں اِس کی دیکھ بھال کر رہا ہوں۔ میں نہیں ہوں گا کسی اور کو سپرد کر دے گا۔ میری دولت یہ زمین کے ٹکڑے نہیں ہیں' میری دولت یہ جنس سے آنے والی آمدن نہیں ہے' میری دولت تو میرے مالک کی محبت اور اُس کا عشق ہے۔ وہ میرے سینے میں ہوگا' میرا مال تو میرے پاس ہوگا۔ یہ تو اُس کا ہے میں نہیں ہوں گا تو کسی اور کو سپرد داری دے دے گا۔ وہ کرتا رہے گا۔ اگر میں آج نہیں ہوں گا تو کیا فرق پڑے گا؟ کل کو تو مجھے چھوڑ کے جانا ہے۔ میں تو اسے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ یہ میرا نہیں یہ اُس کا ہے' مجھ سے کام لے رہا ہے۔ میرے بعد کسی اور سے لیتا رہے گا اور صرف حج پر جانے کی بات نہیں جب عشق الٰہی نصیب ہو جاتا ہے تو زندگی اور موت کے فاصلے مٹ جاتے ہیں۔ کسی بھی لمحے موت آئے تو بندہ پریشان نہیں ہوتا بلکہ تیار بیٹھا ہوتا ہے اُسے پتہ ہے کہ مجھے جانا ہے اور انہی عاشقوں نے کہا ہے

الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب

موت تو وہ پل ہے جو سیدھا بارگاہ الوہیت میں لے جائے گا۔ کیوں نہیں آتی اُسے آنے دو۔ ہمارے یہاں ایک ماسٹر صاحب ہوا کرتے تھے اُن کی ایک غزل کا شعر ہے۔

ہٹ جاؤ طبیبو نہ کرو میری دوا تم
شاید وہ قبر میں ہی گلے آن لگالے

مجھے اُن کی غزل تو یاد رہی نہیں' شعر بڑا مزے دار تھا' تیس چالیس سال پہلے کی بات ہے لیکن یہ میرے حافظے میں موجود ہے۔

مقصد تو حضوری سے ہے مر کے نصیب ہو جائے۔ تم میرے معالجے پہ کیوں سر کھپا رہے ہو؟ مجھے مَر جانے دو۔ شاید میری منزل میری موت ہی آسان کر دے۔ تو عشق الٰہی جب اسباب دنیا' اور علائق دنیا سے بالاتر لے جاتا

ہے تو بندہ جہاد بھی تب ہی کر سکتا ہے۔ جہاد یہ نہیں، کہ مار دھاڑ کئے جاؤ، لوگوں کا قتل عام کئے جاؤ۔ جہاد ہو گیا۔ نہیں، جہاد یہ ہے کہ جہاں ظلم ہو رہا ہے اُسے روکا جائے۔ کس لئے روکا جائے اُس کی رضا کے لئے، کسی فرد، کسی قوم، کسی مذہب، کسی عقیدے، کسی نبی آدم کے خلاف اسلام جنگ کا حکم نہیں دیتا۔ ظلم کے خلاف جنگ کا حکم دیتا ہے۔ لوگ اگر اسلام کے ہاتھوں مرتے ہیں تو ظلم کی حمایت کرتے ہوئے مرتے ہیں۔ ظلم کی حمایت سے ہاتھ روک لیں۔ اسلام اُن سے تلوار روک لیتا ہے۔ کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا کہ تم کلمہ پڑھو۔ اسلام واحد مذہب ہے کہ جس میں یہ فراخی ہے کہ اپنے نہ ماننے والوں کے اسلامی حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ دنیا میں جنگیں ہوتی ہیں اور جنگ کا اصول ہوتا ہے کہ اُس قوم کے وسائل تباہ کر دو۔ اُس قوم کا مال لوٹ لو۔ اُس قوم کو رُسوا کر دو، کچل دو تا کہ آئندہ سر نہ اٹھا سکے۔ اسلام کہتا ہے، نہیں، کسی کا مال ناجائز نہیں لُوٹو۔ کسی کی فصلوں کو آگ نہیں لگاؤ، کسی کے پھل دار درخت نہیں کاٹو، کسی کے عبادت خانے کو خواہ وہ آتش پرستوں کا ہے اُسے مت چھیڑو۔ عیسائیوں کا ہے، یہودیوں کا ہے، اُسے مت چھیڑو۔ عبادت خانے میں رہنے والے عبادت گزاروں کو نہ چھیڑو، عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، بچوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، پھر جو مقابلے میں تلوار نہیں اٹھاتا اُس پر تلوار مت اٹھاؤ۔ لیکن جو ظلم کی حمایت میں شمشیر بکف ہوتا ہے اُس سے تم ٹکرا جاؤ دونوں حالت میں فتح پا جاؤ گے۔ مر گئے تو بھی فاتح ہو۔ مار دیا، تو بھی فاتح ہو۔ اسلام میں شکست نہیں ہے۔ اسی جہاد کا حکم دیتا ہے کہ خلق خدا کو، اپنی جیسی مخلوق کے مظالم سے نجات دلائی جائے۔ اور اس ساری بات کا انحصار محبت الٰہی پر، عشق الٰہی پر ہے۔ اگر عشق الٰہی نصیب نہ ہو تو پھر فیصلے ذاتی مفادات کے لئے ہوتے ہیں۔ دوسرے کو ہرانے کے لئے ہوتے ہیں۔ اُس سے جیتنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اُس کا مال چھیننے

میری دولت یہ زمین کے ٹکڑے نہیں ہیں، میری دولت یہ جنس سے آنے والی آمدن نہیں ہے، میری دولت تو میرے مالک کی محبت اور اُس کا عشق ہے۔

کے لئے ہوتے ہیں اُسے رُسوا کرنے کے لئے ہوتے ہیں، اِن میں سے کوئی صورت بھی جہاد نہیں بنتی۔ اب تو مسلمانوں نے قریب ہی گھڑ لیا کہ معمولی سا کسی کو عقیدے کا اختلاف ہو اُس پر گولی چلا دو۔ جہاد ہو گیا۔ یہ جہاد نہیں ہے۔ ہر بندے کو اللہ نے دو حق دیئے ہیں، زندہ رہنے کا، عقیدہ رکھنے کا، کوئی شخص کسی دوسرے پر کوئی عقیدہ مسلط کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اُسے خود اللہ کے حضور جانا ہے، جس حال میں پیش ہونا چاہتا ہے ہو کر دیکھ لے۔ اگر کوئی اتباع محمد رسول اللہ ﷺ سے ہٹتا ہے، محبت الٰہی سے محروم ہو جائے گا اُس پر لاٹھی چارج کی کیا ضرورت ہے؟ محبت الٰہی سے محروم ہو گا تو عذاب الٰہی کا شکار ہو گا، دنیا میں بھی رسوا ہو گا، آخرت میں بھی ذلیل ہو گا۔ پھر اُسے لاٹھی سے ہانکنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ مصیبت تو اُس نے خود اپنے گلے مڑھ لی اُسے خود میدانِ حشر میں جا کر افسوس ہو گا کہ میں نے کیا کر لیا۔

ہاں جب ریاست اسلامی وجود میں آتی ہے، مسلمان معاشرہ بنتا ہے اور ایک اُصول یاد رکھیں حکومتیں اسلام نافذ نہ کرتی ہیں نہ کریں گی۔ ہم مطالبے کرتے رہتے ہیں یہ ایک سیاسی شور کے علاوہ کچھ بھی نہیں، نہ حکومتیں اسلام نافذ کرتی ہیں نہ پہلے حکومتوں نے کیا ہے۔ نہ آئندہ کریں گی۔ اسلام معاشرہ نافذ کرتا ہے۔ جو حکومت ہی ایسی چنتا ہے جو اسلامی ہوتی ہے۔ اسلام معاشرہ نافذ کرتا ہے۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت بنی۔ سارے لوگوں کا بادشاہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ تھا۔ امیر ہی اللہ کا رسول ﷺ تھا۔ پھر حکومت اسلامی کیوں نہ ہوتی۔ سارا معاشرہ ہی اسلام کا جانثار تھا۔ اور معاشرہ خود سود کھاتا رہے، معاشرہ خود کلبوں میں ناچتا رہے، معاشرہ بیٹیوں کو ٹیلی ویژن پر نچوا کر باپ تالیاں بجاتے رہیں اُن پر حکومت اسلام نافذ کر دے گی۔

این خیال است و محال است و جنوں

ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ ہاں اسلام عشق الٰہی سے نافذ ہو سکتا ہے۔ اگر ہمیں اللہ کے عشق کا ایک ذرہ نصیب ہو جائے تو ہماری زندگی بدل جاتی ہے۔ اسلام کے سانچے اور اتباع کے

سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ تو میں آپ ہم میں سے ہر ایک چودہ کروڑواں حصہ ہیں پاکستان کا جس طرح ایٹم مل کر وجود بنتا ہے۔ ذرات مل کر وجود بنتا ہے۔ اس طرح افراد مل کر قومیں بنتی ہیں۔ افراد پر اسلام نافذ ہو تو قوم خود اسلام کے رنگ میں رنگی جائے گی۔ اگر ہم اپنے اس پانچ چھ فٹ کے وجود پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو کس حکومت سے توقع کرتے ہو کہ کروڑوں مربع میل کے علاقے پر اسلام نافذ کروے گی۔ نفاذِ اسلام کے لئے بھی اُنہی لوگوں کی ضرورت ہے جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔ بظاہر عشق الٰہی سے نوازے گئے افغان۔ بے نیاز ہے جن کے پاس لباس نہیں ہے' جن کو منہ دھونے کی فرصت نہیں ہے' جن کے پاس جوتے ٹوٹے ہوئے ہیں' جو سوکھی روٹی اور پیاز کھا رہے ہیں اور دنیا کے مہذب لوگ جنہیں غیر مہذب اور قدامت پسند کہتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے دلوں میں اپنا عشق بھر دیا اور اتنا بھرا کہ زندگی اور موت کی سرحدیں اُن کے سامنے سے مٹ گئیں' وہ ٹکرا گئے' دنیا جسے سپر پاور کہتی ہے حالانکہ یہ شرک ہے۔ سپر پاور صرف اللہ ہے اور اُس کے علاوہ سب محتاج ہیں۔ عظیم طاقت اللہ اکبر۔ اس کے علاوہ کوئی اکبر نہیں ہے۔ پھر سپر پاور اتنی دلیر ہے کہ اتنی کوششوں کے باوجود ایک بندہ نہ مار سکی' نہ گرفتار کر سکی' ابھی اُس سے لرزاں و ترساں ہے کہ اسامہ بن لادن کھا جائے گا۔ بھئی ایک بندہ ہے تمہیں کھا جائے گا۔ لاکھوں کروڑوں افراد تم نے قتل کر دیئے۔ وہ ایک بندہ تم نہ مار سکے۔ جسے مارنا چاہتے تھے اِس کا مطلب ہے سپر پاور تم نہیں ہو۔ سپر پاور وہ ہے جس نے اُسے مرنے نہیں دیا۔ اب وہ بے نیاز ہے' کریم ہے اُس نے اُن کے دلوں میں جنون ڈال دیا۔ ایک بندہ اُس کا سبب بن گیا' چند علماء اُس کا سبب بن گئے' طالبان کے نام سے عشق الٰہی کی وہ لہر اٹھی کہ لاکھوں سر کٹ گئے' لیکن کسی نے اُف نہیں کی' آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم اس سے باز آتے ہیں' امریکہ ہم آپ کا دیا کھاتے ہیں' بھوکے رہے امریکہ نے راشن کے' بسکٹوں کے اور دواؤں کے بنڈل پھینکے اور اُن پر تھوک کر گزر گئے۔ کسی نے اٹھائے نہیں۔ بھوکے رہے' لیکن امریکی خوراک جلا دی۔ اور ساری دنیا نے کہا' طالبان کو شکست ہوگئی۔ آج امریکہ کہہ رہا ہے کہ ہم جو تھوڑا بہت کنٹرول افغانستان پر کر چکے تھے۔ آج ہم وہ بھی کھو رہے ہیں بلکہ ٹائم کا جو شمارہ نومبر میں امریکہ میں چھپا ہے۔ اُس میں ہیڈ لائن ہے Losing The Control کہ افغانستان ہماری گرفت سے نکلا جا رہا ہے۔ اور ابھی جنگ کی ابتدا ہوئی نہیں' یہ تو سارے آسمان سے آگ برساتے رہے' ابھی زمین پر اُتر کر تو لڑنا ہے۔ کیا شے ہے جس نے اَنپڑھوں میں' بے وقوفوں میں' مفلسوں میں' بھوکوں میں' اگر وہ اتنے مستجاب الدعوات تھے تو اپنے لئے روٹی مانگتے' بہترین کپڑے مانگتے' دولت مانگتے' لیکن وہ کہتے ہیں سب کچھ مل جاتا ہے جب وہ مل جاتا ہے' بس ہمیں وہ کافی ہے' فیصلہ انہوں نے یہ کیا اور دیکھ لینا انہیں کوئی مٹا نہیں سکے گا۔ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ایمان کمزور ہیں۔ یہاں نفاذ اسلام ہونا ہے' شاید اس کا سبب بھی وہی بے وقوف بنیں گے۔ چونکہ ہم تو سمجھ دار لوگ ہیں' ہم تو مشکل میں پڑنا نہیں چاہتے' تو جنہیں ہم بے وقوف اور نادان کہتے ہیں شاید وہی اس سرزمین پر نفاذِ اسلام کا سبب بن جائیں۔ چونکہ عشق اور محبت میں عقل کا گزر نہیں ہوتا۔ اطاعت کا ہوتا ہے۔

تو جب تک محبت الٰہی نصیب نہ ہو اور اُس کا آسان سانسخہ ہے۔ اتباع محمد رسول ﷺ وہی بات یہاں ارشاد فرمائی کہ جب عشق الٰہی نصیب ہوتا ہے يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ اللہ کی راہ میں جانیں قربان کرتے ہیں۔ جانیں لیتے بھی ہیں جانیں دیتے بھی ہیں۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا اللہ کا یہ وعدہ ہے اور یہ حق ہے کہ اُنہیں عطا کرے اور فرمایا یہ بات صرف تم سے نہیں۔ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ. تورات میں انجیل میں بھی یہ بات دہرائی گئی ہے اور اب قرآن میں بھی دہرا رہا ہے۔ کہ جو چاہے میرے ساتھ محبت کا سودا کر لے۔ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ. اور جس نے اللہ سے یہ وعدہ نبھایا فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ اور یہی عظیم ترین کامیابی ہے' عالم ہست و بود میں' عالم آخرت میں دونوں جہانوں میں' سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اللہ کی محبت نصیب ہو جائے۔ بندہ اپنے سودے پہ ڈٹ جائے اور عشق الٰہی میں زندگی کے لمحات نچھاور کر جائے۔ آمین

29-11-02

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

از چکڑالہ
حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کا مولوی فضل حسین کے نام خط ☆☆
10-4-1964

بخدمت عزیزم

السلام علیکم! کل مورخہ 64-9-9 کو حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار سے واپس گھر آیا ہوں آج جناب کا گرامی نامہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ یاد آوری کا بہت شکریہ۔

عزیزم! رب کے بندوں کو ہمیشہ تکالیف پیش آتی ہیں اللہ والوں کو ہمیشہ ہی تنگ دستی کے لئے ہمیشہ پانچ صد بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم باوضو پڑھا کریں۔ مگر اول اس کے یک صد بار سورت قریش پڑھا کریں پھر لاحول ولا قوۃ بلاناغہ مگر کسی کو بتانا ہرگز نہیں دل میں رکھنا۔ حسب ذیل درود شریف جو غالباً آگے بتایا بھی ہے نقشبند خاندان کا مجرب ہے، دس تسبیح پڑھ لیا کریں۔

باقی میں نے جو درخواست پیش کی تھی حضرت مدنی مدظلہ کی خدمت میں پیش کرنا۔ وہ مبنی بر خلوص تھی کہ یہ چیز یعنی علم باطنی سلوک دنیا سے اپنا مقام کھو بیٹھا ہے، اس علم کا بازار بے رونق ہو چکا ہے۔ اس کے متلاشی و طالب نابود ہو چکے ہیں اس کی دکانیں بند ہو چکی ہیں اس بنا پر عرض کی تھی کہ اگر ان کو تلاش ہو یا طلب تو ناامیدی نہ پیدا کریں مگر ہے محال۔

مولانا میں نے پاکستان کے گوشہ گوشہ کو دیکھا اس کا صحیح طالب نہ پایا۔ جو پایا وہ طالب عزت و طالب جاہ و طالب مال پایا۔ میں نے خوب سمجھ لیا ہے کہ طالب رضائے مولا نابود ہے، جو تصوف کا دم بھرتا ہے، وہ محض اس کو ذریعہ معاش جان کر۔ اور وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ میرا راز ظاہر ہو۔ چونکہ راز ظاہر ہوا تو مرید ختم۔ مرید ختم تو معاش ختم، عزت ختم اللہ اکبر جب دل میں یہ ہے، تو معرفت الٰہی کہاں؟

مولانا میں نے خوب سمجھ لیا ہے، پیروں کے لئے پیری بڑا حجاب ہے اور مولوی کے لئے مولویت ہی حجاب ہے۔ مولانا اہل اللہ عارفین کاملین دنیا سے نابود ہیں۔ جو مل جائے غنیمت جان، جلدی ہونی چاہئے، زندگی کا کیا اعتبار۔ مولانا سابقہ بار حضرت صاحبؒ کی خدمت میں 12-10 آدمی فنافی الرسول کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ 64-4-5 کو (22) بائیس پیش کئے تھے اس بار سخت حکم دیا مشائخ نے جلدی کو خیر باد کریں۔ محنت کرایا کریں۔ کافی وقت بعد مراقبات کرائیں۔

آپ کا مدت سے خط نہ آنا نا امید کرتا تھا۔ ایک دن حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تھا آپ کے متعلق تو فرمایا کہ دل تو ان کا آپ کے ساتھ ہے، فیض عالم صاحب کا خط آتا رہتا ہے اب تو تبادلہ کی درخواست دے دی۔ وہ منظور بھی ہو چکی ہے، میں نے ان کے تبادلہ کا کہا تھا کہ بندہ سے میل جول میں آپ کو مشکل ہے، راولپنڈی آجائیں تو ملاقات رہے گی۔ اس وجہ سے درخواست دے دی تھی اور منظور ہو گئی۔

آپ کو تمام ساتھی بہت یاد کرتے ہیں اس دورہ میں خدا بخش و محمد اکرم نے پوچھا تھا۔ اور پروفیسر حافظ عبدالرزاق بھی یاد کرتا ہے۔

باقی سب خیریت ہے۔ وقتاً فوقتاً خطوط سے یاد کر لیا کریں۔

نوٹ۔ مولانا میں تو خادم ہوں جناب کا بلکہ تمام رفقاء کا ہاں ترقی ناچیز کے ہاتھ میں نہیں یہ خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ کوشش میری ہے۔ میری طرف سے محنت میں فرق نہیں ہوتا، نہ ہی بخل ہے آپ دیندار، دیانت دار، صادق و سچے آدمی تھے۔ سلوک سے بے حد محبت رکھنے والے دل میں اک اشتیاق رکھنے والے تھے۔

بندہ کو خدا تعالیٰ نے وہ طاقت بخشی ہے۔ جس کی نظیر سابقہ اولیاء میں بھی کم ملتی ہے۔ جو آیا غوطہ لگایا پار ہوا۔ بہر حال معمول کیا کریں تا رات کو فارغ ہوتے ہو۔ فرائض کی پابندی، رزق حلال قلیل بھی کثیر ہے، صدق مقال، توکل علی اللہ، خدا کو یاد رکھا کریں۔ اس میں فائدہ ہے، محمد اکرم جناب کو بہت یاد کرتا ہے۔ اس کا تبادلہ ڈلوال ہو گیا ہے۔ اب پھر سابقہ مقام نور پور میں ہو جائے گا۔

پروفیسر حافظ عبدالرزاق کو، مولانا سلیمان چکوالوی کو، محمد اکرم کو، مولانا اکرام الحق کی توجہ کی اجازت ہو چکی ہے۔ والسلام